لا الٰہ الا اللہ

एक ब्रहमा दित्तीय नास्ते

There is no God but Only one

آپ دفاعِ اسلام کیسے کریں؟

پسند فرمودہ

نمونۂ سلف حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی

مہتمم دارالعلوم دیوبند

مؤلف

محمد عامر صدیقی بجنوری

ناشر

مکتبہ فدائے ملت دیوبند

Mob. 9027553417, 8923424640

آپ دفاعِ اسلام

کیسے کریں؟

مؤلف

محمد عامر صدیقی بجنوری

ناشر

مکتبہ الافتخار قاضی پاڑہ (بجنور)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : آپ دفاعِ اسلام کیسے کریں؟

مؤلف : محمد عامر صدیقی بجنوری:8923424640

کمپوزنگ : محمد محسن دیوبند: 8057239323 - 9045237896

صفحات : 176

سن اشاعت : ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰۱۸ء

ناشر : مکتبہ الافتخار قاضی پاڑہ (بجنور)

ملنے کا پتہ

دیوبند کے سبھی کتب خانوں پر دستیاب ہے۔

ناشر

مکتبہ الافتخار قاضی پاڑہ (بجنور)

انتساب

- اُس ذات خیرالانام کے نام جس کے لائے ہوئے دین کے دفاع کی خاطر یہ چند سطور رقم کی گئی ہیں۔
- مشفق ومکرم والد محترم کے نام جنہوں نے تربیت کے مقام میں بہترین مربی کا، اصلاح کے باب میں عظیم مصلح کا، پریشانی کے اوقات میں غمخوار و ہمدرد کا اور دوستی کے میدان میں سچے دوست کا کردار نبھایا۔
- والدۂ محترمہ کے نام جنہوں نے ہر ایک قدم پر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور جن کی دعائے نیم شبی ہمہ وقت میرے ساتھ رہتی ہے ؎

میں ایک شجر سے لپٹتا ہوں آتے جاتے ہوئے
سکون بھی ملتا ہے مجھ کو، دعا بھی ملتی ہے

- اُن تمام اساتذۂ کرام کے نام جن سے احقر نے کسبِ فیض کیا، بالخصوص حضرت الاستاذ مفتی شمس الدین صاحب القاسمی بجنوری دامت برکاتہم العالیہ کے نام جنہوں نے اُنگلی پکڑ کر اسکول کی دنیا سے نکال کر مدرسہ کی مقدس و متبرک فضا میں لاکھڑا کیا۔

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
(۱)	تقریظ..	۶
(۲)	تقریظ..	۷
(	تقریظ..	۹
(	پیش لفظ..	۱۲
	اظہارِ تشکر..	۱۸
	تعارفِ کتاب..	۱۹
(۷)	وجودِ باری تعالیٰ..	۲۶
(۸)	وحدانیتِ خداوندی..	۳۶
(۹)	بشارتِ محمدی ﷺ مذہبِ ہنود میں..	۴۶
(۱۰)	گوشت خوری اور اسلام..	۶۲
(۱۱)	اسلام اور تعددِ ازدواج..	۷۲
(۱۲)	پیغمبر اسلام اور تعددِ ازدواج..	۸۲
(۱۳)	کیا اسلام تلوار سے پھیلا؟..	۹۴
(۱۴)	کیا اسلام عورت دشمن مذہب ہے؟..	۱۰۷

(۱۵)	اسلام میں پردہ کیوں؟...	۱۱۷
(۱۶)	اسلام میں غلامی کا مسئلہ...	۱۲۶
(۱۷)	پیغمبر اسلام اغیار کی نظر میں...	۱۳۶
(۱۸)	اسلام میں سزائیں وحشیانہ یا منصفانہ؟...	۱۴۴
(۱۹)	اسلام میں جہاد کیوں؟...	۱۵۳
(۲۰)	اسلام میں مذہبی رواداری...	۱۶۴
(۲۱)	یادداشت...	۱۷۴

تقریظ

(مفتی) ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند (الہند)
(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband
PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222700 E-mail info@darululoom-deoband.com

Ref: ....

Date:..... ....

زیرنظر مجموعہ تقاریر کا مقصد اس کے نام سے ظاہر ہے۔ ۱۴ عنوانات پر مشتمل یہ تقریریں اسلام کے بنیادی عقیدہ وجودِ باری اور توحید ورسالت کے اثبات اور اغیار کی جانب سے مذہب اسلام کی تعلیمات اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی پر کیے جانے والے اعتراضات کے دفاع پر مبنی ہیں۔

''بشاراتِ محمدی مذہب ہنود میں'' اور ''پیغمبرِ اسلام اغیار کی نظر میں'' الفصل ماشهدت به الاعداء کی تشریح وتوضیح ہے۔

دفاعِ اسلام کے سلسلہ میں تقریباً ان تمام مسائل کو تقریر کا موضوع بنایا گیا ہے جن کو بہانہ بنا کر اسلام تعلیماتِ اسلام کو ہدفِ ملامت بناتے ہیں یا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ وداغدار بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

عمومی طور پر اغیار تک اسلام کی صحیح شبیہ پہنچانے اور اسلام کا ایک دینِ فطرت ہونے کے اعتبار سے تعارف کرانے کی یہ ایک کامیاب کوشش ہے۔ اگرچہ کتاب کا انداز تقریر جیسا ہے جو مشق کرنے والوں کے لیے بہترین مجموعہ ہے؛ لیکن اپنے مشمولات کے اعتبار سے عام لوگوں کے لیے بھی اپنے دامن میں بہترین معلومات کا ذخیرہ لیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب کی محنت قبول فرمائے، اور مزید علمی ودینی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۱/۴/۱۴۳۹ھ = ۹/۱/۲۰۱۸ء

تقریظ

حضرت الاستاذ مولانا و مفتی عبداللہ صاحب معروفی

استاذ حدیث و نگراں شعبہ تخصص فی الحدیث دار العلوم دیوبند

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

حامدا و مصلیا و مسلما و بعد؛

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرارِ بو لہبی

حق و باطل کی آویزش ہمیشہ سے رہی ہے اور رہے گی، مذہب اسلام کی حقانیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے؛ لیکن اس کے روشن اور تابناک چہرہ پر گرد و غبار اُڑانے کی کوشش وقتاً فوقتاً کی جاتی رہی ہے، جبکہ اسلام کے شیدائی اور بالغ نظر علماء اور خدامِ دین اس کی جانب سے دفاع میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑتے، اور چھوڑیں گے بھی کیوں؟ جبکہ محسنِ انسانیت، پیغمبر اسلام ﷺ نے اس کی جانب سے دفاع کرنے پر جنت کی بشارت دی ہے، دار العلوم دیوبند کے قیام کا مقصد بھی یہی ہے کہ حق کی دعوت اور حق کا دفاع اس کے فرزندوں کا شعار ہے۔

موجودہ دور میں الیکٹرانک میڈیا خصوصاً سوشل الیکٹرانک میڈیا کی کارستانیوں کی وجہ سے یہ مقصد اور بھی حساسیت کا حامل ہو گیا ہے، اسلام اور احکامِ اسلام کے تعلق سے اُچھالی جانے والی غلط فہمیاں اس شدت کے ساتھ پھیلائی جا رہی ہیں کہ اچھے خاصے مسلم گھرانوں کے افراد بھی ان سے متاثر ہوتے جا رہے ہیں، ان حالات میں علماء کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی پاکیزہ فضا میں پروان چڑھنے والے ایک ہونہار فرزند عزیزم مولوی محمد عامر بجنوری سلمہٗ متعلم دورۂ حدیث شریف (جو دارالعلوم کی متحرک اور نیک نام انجمن ''تقویۃ الاسلام'' کے بھی سرگرم رکن ہیں) نے اس طرح کے شکوک و شبہات کا علمی جائزہ لیتے ہوئے مضبوط دلائل سے ان کا ازالہ کرنے کی طرف توجہ دی، زیر نظر کتاب اسی فکر کی ایک عملی تصویر ہے ماشاء اللہ اندازِ بیان بھی موثر اور دل چسپ ہے، اُمید ہے کہ طلبۂ عزیز اور دفاعِ اسلام کے دلدادہ حضرات کے لیے یہ کتاب مفید ترین ثابت ہوگی، اللہ تعالیٰ موصوف کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے اور مستقبل میں خدمتِ دین کے لیے قبول فرمائے نیز اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں حسنِ قبول کے ساتھ قبولِ عام نصیب فرمائے۔ فقط

عبد اللہ معروفی

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

۲۷/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ

❀❀❀

تقریظ

حضرت الاستاذ مولانا توحید عالم صاحب بجنوری دامت برکاتہم

استاذ فقہ وادب دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ أَمَّا بَعْدُ!

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ مذاہبِ عالم میں سے خدائے تعالیٰ کو پسند اور بارگاہِ ایزدی میں مقبول مذہب صرف اور صرف مذہبِ اسلام ہے، نہ کوئی دوسرا آسمانی مذہب عند اللہ مقبول و پسندیدہ ہے اور نہ دنیاوی دانشوروں اور فلاسفروں کا مرتب و مدون کردہ اور ان کا خودساختہ کوئی دھرم اور طریقہ پسند ہے، اور یہ ایسی مسلّمہ حقیقت ہے جس کو قرآن وسنت میں تو مختلف تعبیرات اور الفاظ میں بیان کیا ہی گیا ہے اور قرآن وسنت کے ماننے والے اس پر ایمان ویقین رکھتے ہی ہیں، لیکن ساتھ ساتھ دیگر تمام اقوام ومِلل کے صاحب بصیرت اور صاحبِ عقل وفہم حضرات بھی خوب واقف ہیں کہ ساڑھے چودہ سو (۱۴۵۰) سال سے زندگی گزارنے اور دنیا میں رہنے کے لیے اعتدالی اور ہمہ گیری طریق اور راستہ اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف مذہبِ اسلام ہے، قرآن وسنت سے اخذ شدہ طریقہ ہی مذکورہ خوبی کا حامل ہوسکتا ہے، کوئی دوسرا دھرم اور طریقہ نہیں؛ کیونکہ دیگر آسمانی مذاہب وقتی یا علاقائی تھے ان میں آفاقیت اور ہمہ گیری نہیں تھی، لہٰذا وقت کے ساتھ مخصوص احکام دوسرے وقت مفید اور موزوں نہیں ہوسکتے، اسی طرح علاقائی احکام دوسرے علاقوں کے مناسب ہوں ضروری نہیں۔ اور جب آسمانی مذاہب آفاقیت سے تہی

دامن ہیں تو دنیاوی انسانوں کے خودساختہ طریقے تو مذہب اور دھرم کہلانے کے بھی حقدار نہیں وہ تمام دنیا والوں کی رعایت اوران کے مزاجوں سے ہم آہنگ کیسے ہوسکتے ہیں۔

ایسا دین اور مذہب صرف اسلام ہی ہے جو تمام زمانوں کے حالات اور تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اور چہاردانگِ عالم میں بسنے والے تمام انسانوں کے مزاجوں سے ہم آہنگی پیدا کرنے کی اپنے اندر وسعت رکھتا ہے، اور کیوں نہ ہو کہ انسانوں کو پیدا کرنے والے قادرِ مطلق اور تمام کائنات کی خبر رکھنے والی ذات کا مدوّن و مرتّب کردہ دین و مذہب ہے، اس نے اپنے ازلی علم سے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے مزاجوں اور احوال کو سامنے رکھ کر ایسے اُصولی قواعد و ضوابط اس میں ودیعت فرمادیے ہیں کہ ہر زمانے کے راسخ فی العلم رکھنے والے علماءِ ربانیین قرآن وسنت ہی کے اُصول سے نئے تقاضوں کے مطابق اسلام کے فروعی مسائل میں احکام نافذ اور لاگو کرتے رہتے ہیں (اور یہ چیز دین میں ترمیم وتبدیلی نہیں ہے، بلکہ قرآن وسنت ہی کے اُصول سے ماخوذ ہیں اس لیے کوئی نئی ایجاد نہیں کہلائیں گے)۔

ان سب کے علی الزعم یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ روزِ اوّل ہی سے دشمنانِ اسلام اور معاندین اس خدائی دین و مذہب کے چراغ کو گُل کرنے کے لیے ہر طرح کی تدابیر اور کاوشیں کرتے رہے ہیں، ان کاوشوں اور تدبیروں میں ایک اہم تدبیر اسلام کے منور چہرے کو بدنما کرنے کے لیے اور اسلام کے صاف وشفاف دامن کو داغدار کرنے کے لیے بہتان تراشی اور جھوٹ کا سہارا لے کر بیہودہ اعتراضات کرنا ہے، اگرچہ واقف کار حضرات خوب جانتے ہیں کہ مذہبِ اسلام اور رسولِ خدا حضرت محمد ﷺ پر کیے جانے والے تمام اعتراضات سوائے بہتان کے کچھ نہیں ہیں؛ لیکن اولادِ آدم میں ایک بڑا طبقہ سادہ لوح اور ناواقف لوگوں کا بھی رہتا ہے جو ایسے بے ہودہ اور بکواس اعتراضات سے بھی متاثر ہوجاتا ہے۔ مثلاً ”اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے“؛ ”اسلام میں سزائیں ظالمانہ اور وحشیانہ ہیں“؛ ”اسلام میں گوشت خوری کی اجازت جانور کشی ہے“؛ ”اسلام میں پردہ کا حکم

دامن ہیں تو دنیاوی انسانوں کے خود ساختہ طریقے تو مذہب اور دھرم کہلانے کے بھی حقدار نہیں وہ تمام دنیا والوں کی رعایت اور ان کے مزاجوں سے ہم آہنگ کیسے ہو سکتے ہیں۔

ایسا دین اور مذہب صرف اسلام ہی ہے جو تمام زمانوں کے حالات اور تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اور چہار دانگِ عالم میں بسنے والے تمام انسانوں کے مزاجوں سے ہم آہنگی پیدا کرنے کی اپنے اندر وسعت رکھتا ہے، اور کیوں نہ ہو کہ انسانوں کو پیدا کرنے والے قادرِ مطلق اور تمام کائنات کی خبر رکھنے والی ذات کا مدوّن و مرتّب کردہ دین و مذہب ہے، اس نے اپنے ازلی علم سے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے مزاجوں اور احوال کو سامنے رکھ کر ایسے اُصولی قواعد و ضوابط اس میں ودیعت فرما دیے ہیں کہ ہر زمانے کے راسخ فی العلم رکھنے والے علماء ربانیین قرآن و سنت ہی کے اُصول سے نئے تقاضوں کے مطابق اسلام کے فروعی مسائل میں احکام نافذ اور لاگو کرتے رہتے ہیں (اور یہ چیز دین میں ترمیم و تبدیلی نہیں ہے، بلکہ قرآن و سنت ہی کے اُصول سے ماخوذ ہیں اس لیے کوئی نئی ایجاد نہیں کہلائیں گے)۔

ان سب کے علی الرغم یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ روزِ اوّل ہی سے دشمنانِ اسلام اور معاندین اس خدائی دین و مذہب کے چراغ کو گل کرنے کے لیے ہر طرح کی تدابیر اور کاوشیں کرتے رہے ہیں، ان کاوشوں اور تدبیروں میں ایک اہم تدبیر اسلام کے منور چہرے کو بدنما کرنے کے لیے اور اسلام کے صاف و شفاف دامن کو داغدار کرنے کے لیے بہتان تراشی اور جھوٹ کا سہارا لے کر بیہودہ اعتراضات کرنا ہے، اگرچہ واقف کار حضرات خوب جانتے ہیں کہ مذہب اسلام اور رسولِ خدا حضرت محمد ﷺ پر کیے جانے والے تمام اعتراضات سوائے بہتان کے کچھ نہیں ہیں؛ لیکن اولادِ آدم میں ایک بڑا طبقہ سادہ لوح اور ناواقف لوگوں کا بھی رہتا ہے جو ایسے بے ہودہ اور بکواس اعتراضات سے بھی متاثر ہو جاتا ہے۔ مثلاً ”اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے“، ”اسلام میں سزائیں ظالمانہ اور وحشیانہ ہیں“، ”اسلام میں گوشت خوری کی اجازت جانور کشی ہے“، ”اسلام میں پردہ کا حکم

عورتوں پر ظلم ہے"، "اسلام میں متعدد بیویوں کی اجازت بھی عورتوں پر ظلم ہے"، "اسلام میں جہاد اور قتل وقتال کا حکم غلط ہے"، "حضرت نبی پاک ﷺ کا متعدد بیویوں کو نکاح میں رکھنا نفس پرستی کی وجہ سے تھا"، "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نہایت کم سنی میں یہ بھی ظلم ہے" وغیرہ ....

مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کی ایک متحرک وفعال انجمن "تقویۃ الاسلام" شعبۂ مناظرہ سے وابستہ ہونہار اور سعید طالبِ علم عزیز القدر مولوی محمد عامر قاسمی بجنوری سلمہٗ متعلم دورۂ حدیث شریف نے نہایت عرق ریزی اور شبانہ روز کی کدوکاوش کر کے اسی طرح کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ لے کر علمی انداز میں شاندار جوابات دیے ہیں۔ اگرچہ یہ کام پہلے بھی اکابر واسلاف نے کیا ہے اور نہایت عمدہ اور بے نظیر انداز میں کیا ہے؛ لیکن اس کتاب کے مؤلف کی یہ خوبی ان کو یکتا کرتی ہے کہ طلبہ اور نئے فضلاء کو سامنے رکھ کر چھوٹی چھوٹی تقاریر کی شکل دی گئی ہے اور پھر مزید برادرانِ وطن کی کتابوں سے ان ہی کی زبان سنسکرت میں عبارات نقل کر کے "ان کا جوتا ان کا سر" والا معاملہ فرمایا ہے۔ نیز سنسکرت کی عبارت کو اُردو زبان میں اعراب کے ساتھ لکھ کر اس کا تلفظ بھی آسان کر دیا ہے۔ اس لیے راقم طلبۂ عزیز اور نئے فضلاء سے درخواست کرتا ہے کہ اس کتاب سے استفادہ ضرور کریں اور موقع ملنے پر دین کی خدمت اس ناچیے سے بھی ضرور کریں۔

اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس پہلی کاوش کو شرفِ قبولیت سے نواز کر ذخیرۂ آخرت بنائے اور مرتب کو مزید علمی خدمات کے لیے قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

(حضرت مولانا) توحید عالم صاحب بجنوری

استاذ دارالعلوم دیوبند

۱۴/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ

❀❀❀

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!
وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○

روزِ اوّل سے ہی کفر و اسلام کے مابین کبھی ختم نہ ہونے والی ایک جنگ جاری ہے اور شروع ہی سے حق کو دبانے اور مٹانے کے لیے باطل کی جدوجہد چل رہی ہے، پرستارانِ باطل بندگانِ خدا کو جھکانے بلکہ مٹانے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں، مگر ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کفر و اسلام اور حق و باطل کی اِس زبردست کشمکش کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ابتدائے آفرینش سے ہی اللہ کے نزدیک محبوب و مقبول اور پسندیدہ مذہب صرف اور صرف مذہبِ اسلام ہے خواہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں دینِ قیم اور ملتِ ابراہیمی کے نام سے موسوم ہو یا حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں مذہبِ اسلام سے یا اسی طرح وہ مذاہب جنہیں آپ ﷺ سے پہلے دیگر انبیاء پر سناتن دھرم یا شاشوت دھرم کے نام سے نازل کیا گیا۔

الغرض! کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مذاہب عالم میں سے صرف مذہب اسلام ہی قابلِ تقلید اور لائق اتباع ہے اور وہی بارگاہِ ایزدی میں قبولیت کا حقدار ہے، اسی پر نجات کا مدار ہے، اس کے سوا نہ کوئی دین مطلوب و مقصود ہے اور نہ کوئی مذہب مندوب و محمود ہے، گزشتہ انبیاء

جو ادیان و مذاہب لے کر آئے (مذہب موسوی ہو یا مذہب عیسوی یا پھر دینِ قیم اور ملّتِ ابراہیمی) ان تمام پر مذہب اسلام کا اطلاق کیا جائے گا؛ لیکن ہر لاحق سابق پر عمل کرنے سے مانع تھا اور اپنے ماسوا تمام مذاہب کو منسوخ قرار دینے والا تھا؛ چنانچہ اب مذہب اسلام کے آجانے کے بعد جس کو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے بقیہ مذاہب منسوخ اور غیر معتبر قرار پائیں گے اور ان پر مذہبِ اسلام کا اطلاق جائز نہ ہوگا، نیز ان پر ایمان ویقین رکھنا نجات کے لیے ناکافی ہوگا، جیسا کہ آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ سے یہ بات بخوبی واضح ہے۔

دینِ محمدی کی اسی فضیلت وخصوصیت کی بنا پر منکرینِ حق اور معاندینِ اسلام نے بغض وعناد کی وجہ سے اس مذہبِ صادق اور دینِ حق پر طرح طرح کے الزامات لگائے، اعتراضات اور اشکالات کا سہارا لے کر اس کی حقانیت کو مشتبہ کرنے کی کوشش کی؛ مگر علمائے حق نے ان کی سازشوں کو بے نقاب کر کے ایسے ٹھوس دلائل سے متصف جوابات پیش کیے، جو آج تک دشمنانِ اسلام کے حملوں کے لیے دیوارِ آہنی بن کر کھڑے ہوئے ہیں۔ فجزاهم اللّٰهُ أحسن الجزاء عني وعن جميع المسلمين.

دفاعِ اسلام کے اِس موضوع پر مطالعہ کا محرک اور داعی وہ ایک جملہ بنا جو ایک چترویدی عالم کی زبانی دورانِ تقریر کانوں کے پردوں سے جا ٹکرایا تھا کہ ”محمد کا تذکرہ تمام مذاہب کی کتابوں میں موجود ہے، حتیٰ کہ ہمارے ہندو بھائیوں کی دھارمِک پُستکوں میں بھی“، بس اس مختصر جملے سے ناقص ذہن میں سوالات کی ایک لمبی فہرست نے جنم لیا کہ برادرانِ وطن کی مذہبی کتب کا زمانہ قدیم ہے، جبکہ حضور ﷺ کا زمانہ بعد کا ہے، تو آپ ﷺ کا ذکر کیسے آگیا؟ اسلام اور غیر اسلام میں تباین کی نسبت ہے پھر آپ ﷺ کا تذکرہ ان کتب میں کیوں کر کیا گیا؟ اور اگر واقعی ان کتابوں میں حضور ﷺ کی بشارات موجود ہیں تو علمائے اسلام اس کو بیان کیوں نہیں کرتے؟ وغیرہ وغیرہ، یہ اور اس قسم کے بے شمار سوالات ذہنِ نارسا میں گردش کرتے رہے اور ان کے جوابات کی تلاش وجستجو کے لیے مجھے جھنجھوڑتے رہے، دریں اثناء مولانا شمس نوید عثمانیؒ کی کتاب ”اگر اب بھی نہ جاگے تو“

پڑھنے کا موقع نصیب ہوا، جس کا مطالعہ میرے لیے مالِ غنیمت سے بڑھ کر تھا اور اس موضوع کے متعلق وہ کتاب میرے لیے دریائے علم سے کم نہ تھی، تحقیق و تفتیش اور تلاش و جستجو کا جو اشتیاق دل میں چنگاری بن کر سموئے ہوئے تھا، وہ اب بھڑک کر شعلۂ جوالہ کی شکل اختیار کر چکا تھا؛ چنانچہ اسی وقت برادرانِ وطن کی اصل کتب کی طرف مراجعت کرنے کا عزمِ مصمم کرلیا اور ہندو مذہب کی بنیادی کتب (چاروں وید، گیتا، رامائن وغیرہ) خرید کر ان کا سرسری مطالعہ شروع کر دیا، گو اس وقت اپنے مذہب پر مکمل دسترس نہ ہونے کی وجہ سے ان کتابوں کا مطالعہ میرے لیے کسی زہر سے کم نہ تھا، مگر خدا کی مدد شاملِ حال رہی اور ان کتب کے مطالعہ کے بعد اسلام کی حقانیت مزید مستحکم ہوتی چلی گئی۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک

الغرض! اِس موضوع سے گوناگوں مناسبت اور دلچسپی عربی دوم سے ہی پیدا ہوگئی تھی پھر عربی چہارم میں ایک رسالہ خالص ہندی زبان میں "ایک ایشورواد اور مورتی پوجا کا کھنڈن" کے نام سے لکھا جو طبع نہ ہوسکا، بعد ازاں ششم عربی میں دار العلوم دیوبند کی مایہ ناز، قابلِ رشک اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دینے والی انجمن "تقویۃ الاسلام" یعنی شعبۂ مناظرہ دار العلوم دیوبند سے وابستگی کی سعادت نصیب ہوئی، جس کے سایہ میں رہ کر کچھ بولنے اور لکھنے کا سلیقہ پیدا ہوا اور جس کی بدولت اسلام کے دفاع میں کچھ صفحات لکھنے کی ہمت و تحریک پیدا ہوئی۔

نیز اس موضوع پر کچھ لکھنے کے محرکات میں سے ایک بڑا محرک ان واقعات کا وقوع پذیر ہونا بھی ہے جو اس تعلق سے برادرانِ وطن کے ساتھ پیش آئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ بس میں بیٹھا ہوا شری مد بھگوت گیتا کا مطالعہ کر رہا تھا، اِرد گرد غیر مسلم حضرات بیٹھے ہوئے تھے جو میرے اس عمل کو کافی تعجب اور تجسس کے ساتھ چور نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، بالآخر جب ان سے نہ رہا گیا تو مجھ سے میرے برابر والے شخص نے پوچھا کہ آپ مسلمان ہو کر گیتا کا اَدھیَین (مطالعہ) کیوں کر رہے ہیں؟ میں نے اس کے سوال پر سوال قائم کیا کہ کیا

گیتا کا اَدھّین میرے لیے اَوَیدْھ (ناجائز وممنوع) ہے؟ تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا: کہ نہیں، گیتا تو بہت اچھی پُستک ہے، ہر وَیکتی (انسان) کو اس کا اَدھّین اَوَشیہ (ضروری) کرنا چاہیے۔ میں نے کچھ اتفاق کرتے ہوئے اپنی بات کا آغاز کیا کہ آپ ہندو دھرم یعنی سَناتَن دھرم کو ماننے والے ہیں، تو برہما منتر میں یقیناً آستھا (ایمان) رکھتے ہوں گے، کہاں جی ہاں! میں نے کہا سنایئے تو وہ نہ سنا سکے پھر میں نے رِگ وید کا برہما منتر پڑھ کر سنایا:

एंक ब्रहमा द्धित्तीय नास्ते नेह नास्ते किंचन नास्ते।

کہ اِس کا ترجمہ اور اَرْتھ یہ ہے کہ:

"ساری سرِشٹی کا رچییتا، کرتا، دھرتا اور پالنہار ایک ہی خدا ہے دوسرا نہیں ہے ہرگز نہیں ہے"

اور اِس شلوک کو ان کی زبان سے کہلوایا، پھر میں نے کہا کہ اگر آپ اس سنسکرت کے شلوک کو انگلش میں ٹرانسلیٹ کریں تو یوں کہا جائے گا کہ:

There is no GOD but only one

انہوں نے تائید کی اور میں نے پھر ان کی زبان سے بھی اس کو ادا کروایا، اب موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے میں نے دُکھتی رَگ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ اگر ہم اِس سنسکرت کے شلوک کو عربی میں ٹرانسلیٹ کریں تو جملہ یوں بنے گا کہ: لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. بس پھر کیا تھا آس پاس کے لوگوں پر سناٹا اور خاموشی سی طاری ہوگئی، لیکن اس مخاطب نے اس کا اقرار کیا اور زبان سے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا، پھر میں نے اَنْتم رِشی اور آخری نبی کے متعلق گفتگو شروع کی اور محمد عربی ﷺ کے سلسلے میں جو پیشین گوئیاں برادرانِ وطن کی مذہبی کتب میں موجود ہیں سنسکرت ہی میں سنائیں کہ وہ نبی شمبھل (مکہ) میں پیدا ہوں گے، تلوار سے لڑیں گے، مانس کھائیں گے اور اونٹوں کی سواری کریں گے وغیرہ۔ مگر زہے نصیب کہ اتنے میں اس کا آخری مقام آپہنچا اور وہ چلا گیا، لیکن یہ ایک اَٹل حقیقت ہے کہ وہ اسلام کی صداقت کا تاثر

لیے بغیر نہ رہ سکا، بلکہ دیگر لوگ بھی زبانِ حال سے اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرنے پر مجبور تھے، حتیٰ کہ ایک شخص نے کہا کہ "یہ باتیں ہمیں آج تک کسی نے نہیں بتائیں محمد ﷺ کا تذکرہ ہماری دھارمک پُستکوں میں ہے یہ بات کسی اَچنبھے سے کم نہیں"۔

یہ ایک واقعہ ہے، یہ اور اِس قسم کے دیگر واقعات اِس بات کی تائید کرتے ہیں کہ اگر فریقِ مخالف کے سامنے اس کی مذہبی کتب کی عبارات مِن وعَن پڑھ کر سنا دی جائیں، تو اس کی توجہ مکمل طور پر آپ کی طرف منعطف ہو جاتی ہے اور اس کو اپنی دعوت سے قریب کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اس لیے آج ضرورت ہے اِس بات کی کہ برادرانِ وطن کے سامنے قرآن وسنت کی تعلیمات کے ساتھ ان کی مذہبی کتب کی عبارات بھی پیش کی جائیں، نتیجۃً اِس بات کا امکان ہے کہ وہ آپ کی بات سے مکمل اتفاق نہ کرے یا آپ کے دلائل کو رَد کردے، لیکن کم از کم اتنا ضرور ہے کہ اسے اپنے مذہب کے بارے میں کچھ شک وشبہ اور اسلام کے متعلق مزید جستجو کا داعیہ پیدا ہو جائے گا، جس کی بدولت وہ ایک نہ ایک دن حق کو پالے گا اور دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہو جائے گا۔ اِن شاءاللہ

اِسی ضرورت اور حاجت کے پیشِ نظر اِس کتاب کی تالیف عمل میں آئی اور دفاعِ اسلام کے پہلو کو اختیار کرتے ہوئے ہر اعتراض کے جواب میں کچھ نہ کچھ سنسکرت کے شلوک ذکر کیے گئے ہیں اگر آپ مذکورہ اسلوب سے دعوتِ اسلام کا فریضہ انجام دینا چاہتے ہیں اور اپنی بات کو موثر انداز میں دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں تو آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ کے ساتھ ان شلوکوں اور منتروں کا یاد کرنا بھی از حد ضروری ہے۔ اس لیے راقم تمام حضرات سے درخواست کرتا ہے کہ وہ تقاریر کو مع شلوک یاد کریں؛ چونکہ اہلِ علم کی اکثریت سنسکرت زبان سے نامانوس ہے، اس لیے سنسکرت کی عبارات لکھنے کے بعد اُردو زبان میں بھی اس کا تلفظ لکھ دیا گیا ہے۔ ہر چند کہ کتاب اُردو زبان میں مرتب کی گئی ہے؛ لیکن اس کے باوجود قصداً بعض مقامات پر خالص ہندی زبان کے الفاظ استعمال

کیے گئے ہیں؛ کیونکہ برادرانِ وطن سے خطاب اور گفتگو کرتے ہوئے کماحقہٗ اِفہام وتفہیم کے لیے ان کی زبان کے کچھ الفاظ کا استعمال ناگزیر ہے۔

یوں تو اِس موضوع پر اَکابر علمائے کرام کے رسائل وکتب وافر مقدار میں موجود ہیں، اس لیے مزید لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی، ویسے بھی اس علمی دنیا میں مجھ جیسے کم علم بلکہ بے علم، خطا کار اور گناہ گار کا قدم رکھنا قربِ قیامت کی علامت سے کم نہ تھا، البتہ دل میں یہ شوق اور جذبہ پیدا ہوا کہ اسلام کے خلاف جو اعتراضات ہیں، ان کے قیمتی جوابات جو علمائے اسلام کی مختلف کتب میں بکھرے ہوئے ہیں ان کو یکجا کرکے تقریری شکل میں پرو دیا جائے، تاکہ ان بیش بہا جواہرات سے استفادہ ہر ایک کے لیے آسان ہو جائے اور مجھ سیاہ کار کے لیے روزِ محشر میں کچھ نفع کا سامان ہو جائے۔

''آپ دفاعِ اسلام کیسے کریں؟'' پڑھ کر آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ بکھرے ہوئے موتیوں کو یکجا جمع کرنے اور جوابات کے قدیم طرز کو جدید اُسلوب میں ڈھالنے کے لیے اِس ناکارہ کو کس قدر محنت ومشقت کا سامنا کرنا پڑا ہے، اس کا فیصلہ انصاف پسند قارئین کریں گے کہ اعتراضات کے جوابات پیش کرنے میں راقم الحروف کس حد تک کامیاب ہوا ہے، ویسے بھی یہ میری پہلی قلمی کاوش ہے، اس لیے خطا ولغزش سے محفوظ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا، نیز قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کسی جگہ حقائق کو بیان کرنے میں کوئی غلطی پائیں تو براہِ کرم اس کی نشاندہی فرما کر مطلع فرما دیں، تاکہ آئندہ اس کی تصحیح کرلی جائے۔ فقط والسلام

محمد عامر صدیقی بجنوری

شریک دورۂ حدیث ورکن شعبہ مناظرہ

دار العلوم دیوبند

+91 - 8923424640

۱۱ ربجے رات بروز جمعہ

۲ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ

۱۹ رجنوری ۲۰۱۸ء

Email - muhammadamirqasmi@gmail.com

اظہارِ تشکر

الحمد للہ حمداً کثیراً

کتاب کی اشاعت کے تعلق سے حاصل ہونے والی اس عظیم خوشی کے موقع پر بندۂ ناچیز حضرت الاستاذ حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت الاستاذ مفتی عبداللہ صاحب معروفی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کا انتہائی ممنون و مشکور ہے جنہوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود کتاب کا گہری نظر سے جائزہ لیا اور انتہائی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے ہوئے بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

اور مشفق ومکرم استاذ المحترم حضرت مولانا توحید عالم صاحب بجنوری استاذ فقہ وادب دارالعلوم دیوبند کا بھی نہایت شکرگزار ہوں جنہوں نے بچپن سے لے کر اب تک ہر موقع اور ہر موڑ پر تحصیلِ علم کی ترغیب وتحریض کے ساتھ ساتھ رہبری ودست گیری بھی فرمائی نیز عدیم الفرصتی کے باوجود کتاب کے ہر ہر لفظ پر تحقیقی نگاہ ڈالی اور قابلِ اصلاح مواقع کی نشاندہی فرماکر مفید مشوروں سے نوازا۔

اِس موقع پر پابندِ شریعت، صاحبِ بصیرت، شفقت ومحبت کے سنگم والدِ مکرم جناب افتخار احمد صدیقی صاحب مدظلہٗ العالی کا ذکرِ خیر بھی ضروری ہے، جن کی عنایات ونوازشات ہمہ وقت موسلا دھار بارش کی طرح برستی رہتی ہیں۔

یہ تشکر نامکمل رہے گا برادرانِ من جناب مولانا مشاہد الاسلام صاحب امروہوی اور جناب مولانا محمد شعیب صاحب علی گڑھی کے شکریہ کے بغیر کہ اوّل الذکر نے کتاب کا بالاستیعاب بنظرِ غائر مطالعہ کیا نیز اپنے منفرد علمی انداز میں تعارفِ کتاب لکھ کر کتاب کے حسن میں چار چاند لگادیے اور ثانی الذکر نے کتاب کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا اور مخلصانہ مشوروں کے ساتھ بعض مقامات پر اصلاح کا پہلو بھی اختیار کیا۔

اور آخر میں ان تمام احباب کا بھی شکرگزار ہوں جنہوں نے از ابتدائے کتاب تا انتہاء کسی بھی پہلو سے میرا تعاون فرمایا، جن میں سرفہرست صدیقِ مکرم مولوی محمد احمد بجنوری شامل ہیں۔

اللہ رب العزت تمام مخدومین، محسنین، محبین اور معاونین کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد عامر صدیقی بجنوری

تعارفِ کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا'' قرآنِ کریم کے اِس اعلان سے واضح ہوتا ہے کہ انسانوں کی زندگی کا بھی کوئی مقصد ہے، بے مقصد زندگی بسر کرنا، یہ منشاایزدی کے خلاف ہے، مقاصد کی تعیین میں دنیا کے مکینوں میں اختلاف ہوا ہے؛ مگر ربِ ذوالجلال نے آخری نبیؑ کو مبعوث فرما کر اس اختلاف کو رفع فرمادیا، ربِ ذوالجلال نے قرآنِ کریم میں ایک بنیادی اُصول-''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام''-مرحمت فرمایا۔

دین و مذہب کا فرق:

دین اُصولیات کا نام ہے اور مذہب فروعیات کا نام ہے۔حضرت آدمؑ سے جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ تک اُصول وضوابط (توحید و رسالت و آخرت وغیرہ) سب ایک ہی رہے؛ البتہ فروع میں اختلاف ہوتا رہا، اسی سے مذاہب وجود میں آتے رہے؛ لیکن ہر مذہب یا ہر فروعی اختلاف معتبر نہیں ہوا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ کلام میں ''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام''فرما کر اشارہ کیا کہ: محمد ﷺ نے اگرچہ فروع میں تبدیلی کی ہے، مگر یہ تبدیلی اُصولِ مسلّمہ کے خلاف نہیں ہے؛ لہٰذا یہ مذہب (فروع کا اختلاف) دین کے مطابق ہونے کی وجہ سے مقبول ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اَنوکھے انداز میں بیان فرمایا ہے۔اب اس مذہبِ اسلام کے برگ و بار اگرچہ بہت دُور تک پھیلے ہوئے ہیں، مگر ان سب کی جڑ صرف ایک کلمہ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے، ان ہی دو جملوں میں تمام اسلامی معتقدات کا خلاصہ اور لُبِّ لباب نکل

آتا ہے۔ یہی کلمہ شریعتِ اسلامی کا جوہر، ایمان کی روح، راستی کا نشان اور ہدایت کی زندہ تصویر ہونے کے ساتھ علوم وحقائق کا سرچشمہ بھی ہے۔

آپ علیہ السلام کی تشریعی حیثیت:

کلمہ میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے جز کا اقرار ہو یا قرآنِ کریم میں ''لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' کا اُصول ہو، اِس سے اِس بات کی طرف لطیف اشارہ ملتا ہے کہ: انسانی زندگی میں مشعلِ راہ محض کلامِ الٰہی ہی نہیں ہے؛ بلکہ اِس کے ساتھ ساتھ آپؐ کی ذاتِ اقدس بھی ہے، جن کو اللہ رب العزت نے شارحِ قرآن بنا کر مبعوث فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن اور آپ ﷺ کے کلام سے جہاں عقائد کے باب میں اصلاحی پہلو سمجھ میں آتا ہے وہیں حوائجِ انسانیہ کے ہر ہر گوشہ پر بھی گہری نظر پڑتی ہوئی دِکھائی دیتی ہے۔

مذہبِ اسلام کا امتیاز:

اسلام نے نہایت اَنوکھے انداز سے زندگی کے پیچیدہ مسائل اور دُشوار گزار مراحل کو حل کردیا؛ چنانچہ مذہبِ اسلام نے عبادت وریاضت کا طریقہ بھی اپنایا، سیادت وقیادت کا انداز بھی سمجھایا، علاوہ ازیں سیاست ہو، تجارت وزراعت ہو یا تہذیب وتمدن کے اُصول ہوں، ان سب میں مذہبِ اسلام کا کوئی دوسرا مذہب مقابل نہیں ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ خاصہ بھی ملحوظ رہے کہ اسلام، نسل وزبان کی قیودات ہوں یا زمان ومکان کی سرحدیں ہوں، اِن سب سے آزاد ہوکر ایک دائمی، زندہ جاوید، عالم گیری نوعیت کا پیغام پوری دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ''جنین'' زمانۂ کُہولت تک اسلامی قوانین وضوابط پر عمل کرنا چاہے تو شریعتِ اسلامی میں ہر ہر قدم پر اس کے لیے قرآن کی تعلیمات اور نبی کی زندگی نمونہ ہوگی؛ چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے یہودیوں کے سوال کے جواب میں انتہائی فخر سے ارشاد فرمایا تھا کہ: ہمارے نبی تو قضائے حاجت کا بھی طریقہ سکھلاتے ہیں۔

قضائے حاجت کے عام اسلامی طریقہ سے قطعِ نظر، اگر کسی شخص کے گھٹنے میں تکلیف ہو اور اس کے لیے بیٹھ کر پیشاب کرنا مشکل ہو اور وہ یہ چاہتا ہو کہ میں آپؐ کی سنت پر عمل کروں۔ تو اس کے لیے آپؐ کی زندگی میں پھر بھی نمونہ مل جائے گا، کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرلے، جیسا کہ ایک موقع پر خود آپؐ نے کھڑے ہو کر مجبوری میں استنجاء فرمایا۔ (مسلم، ابوداؤد)

الغرض! دنیا کے دیگر مذاہب چاہے آسمانی ہوں یا غیر آسمانی وہ اسلام سے زیادہ نہ تو روشن ہیں اور نہ ہی اعتدال پسند ہیں۔

اسلام اور عصرِ حاضر:

اِس بات سے جہاں اسلام کی عظمت و اہمیت دلوں میں موجزن ہو جاتی ہے وہیں دورِ حاضر کے خوشنما، جاذبِ نظر اور پُرکشش نعروں کی حقیقت بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔ مثلاً:

اسلام میں عورت کے ساتھ ظلم کیا جاتا ہے

اسلام دنیا پر ظلم وستم کو جہاد کے نام پر جائز کہتا ہے

اسلام میں تعدد ازواج کے نام پر شہواتِ نفسانیہ اور شیطانیہ کو رواج دیا جاتا ہے

اسلام میں انسان ہی نہیں؛ بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی ظلم کیا جاتا ہے

اِس انداز کے اور بھی مختلف نعرے اور مختلف تنقیدات اخبارات، سوشل میڈیا اور اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے سامنے آتی رہتی ہیں۔

سنتِ الٰہی:

لیکن یہ تو اُس خالقِ کائنات کا انداز ہے جس نے ایسے دشمنوں اور ظالموں کو سامنے رکھ کر ارشاد فرمایا: -يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ- کہ یہ لوگ اسلام کے چراغ کو جو درحقیقت نورِ خداوندی ہے اس کو بجھانا چاہتے ہیں، ایسا نہیں ہو سکتا ہے، اِس مخلوق کی اُس خالق کے سامنے کیا حیثیت ہے، جب کہ ''وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ'' اللہ اُس نُور کو

نور کو اللہ تعالیٰ نے ''اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ'' سے بیان فرمایا۔
مکمل کرے گا، ''وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ'' اگرچہ کفار کو یہ بات ناگوار گزرے۔ اور اِتمامِ

درحقیقت یہ مذہب اسلام ہی ہے جو تند و تیز ہواؤں کے رُخ کو موڑ کر اپنی جگہ مضبوطی سے جما ہوا ہے، اِس کی حفاظت کے لیے اللہ رب العزت نے نبیؐ کے وارثِ اوّلیں صحابہؓ پھر ترتیب وار تابعین، اتباعِ تابعین، بزرگانِ دین، علماءِ امت اور صلحاءِ ملّت کا انتخاب فرمایا۔ قاعدۂ مسلّمہ ہے: ''لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ'' اسلام کے داخلی اختلافات ہوں، اُن کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے علماء کو پیدا فرمایا اور خارجی اختلافات کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی علماءِ امت میدان میں اُترتے رہے؛ چنانچہ اسلام کی ذات کو جب ہدفِ تنقید بنایا گیا تو علماءِ امت کی ایک بڑی تعداد نے تحریر و تقریر کے ذریعہ اس کا مقابلہ کیا۔

تعارفِ کتاب

پیشِ نظر کتاب بھی اِس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے جو اگرچہ چند اہم موضوعات پر شکلِ تقریر مرتب کی گئی ہے، مگر درحقیت دِفاعِ اسلام کے لیے ایک بیش قیمت خزانہ ہے، جو تقریباً چودہ قسم کے موضوعات پر مشتمل ہے، یہ چودہ موضوعات بنیادی طور پر چار اعتراضات کی ایک جامع تفصیل ہے:

(۱) ربِّ ذوالجلال پر ایمان کی نوعیت کیا ہو؟

(۲) محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت کیا ہے؟

(۳) کیا اسلام نفسانی خواہشات کی تعلیم دیتا ہے؟

(۴) کیا اسلام میں ظلم و ستم کرنا جائز ہے؟

چار بنیادی باتیں ہیں، جن پر چودہ قسم سے تفصیلی کلام کیا گیا ہے:

ربِّ ذوالجلال پر ایمان کی نوعیت کیا ہو؟

اِس موضوع کے تحت وجودِ باری تعالیٰ اور وحدانیتِ خداوندی اِن دو موضوعات پر کلام

کیا گیا ہے، قرآن کریم کے سوا دیگر مذاہب کی اُصولی اور بنیادی کتابوں سے مخالفین کے مسلّمات پیش کیے گئے ہیں اور اِسی پر بس نہیں؛ بلکہ عقلیات سے بھی اِس موضوع کو مُبرہَن کیا گیا ہے۔

محمد عربی ﷺ کی حیثیت کیا ہے؟

اِس موضوع کے تحت ''بشاراتِ محمدی مذہب ہنود میں''، ''پیغمبر اسلام اور تعددِ ازدواج''، ''پیغمبرِ اسلام اغیار کی نظر میں'' کے عنوان سے تین موضوعات پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے، اور کتبِ مخالفین سے آپ علیہ السلام کو ایک مُسلَّم، مُنتَظَر، عَبقَری، جامع اور کامل شخصیت ثابت کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا کہ آپ ﷺ کوئی عام انسانوں کی طرح نفسانی خواہشات میں مبتلا فرد نہیں؛ بلکہ بحکمِ ایزدی اپنے کاموں کو مصالح کے پیشِ نظر انجام دینے والے تھے۔

کیا اسلام نفسانی خواہشات کی تعلیم دیتا ہے؟

اِس عنوان کے تحت ''اسلام اور تعددِ ازواج''، ''اسلام میں مذہبی رواداری'' ان دوموضوعات پر کلام کرتے ہوئے بتایا گیا کہ اسلام مخالفین جو اپنی گندی ذہنیت یا شہوت کی آزادی کو سامنے رکھ کر اپنے کو آزاد خیال ثابت کرتے ہوئے اسلام کے تعددِ ازواج کے قانون کو یکسر مسترد کرنا چاہتے ہیں، کہ وہ انسانی فطرت کے کلّیۃً مُنافی عمل ہے، جبکہ تعدد ازواج ایک عالمی دستور ہے؛ چنانچہ دیکھیے! ''انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا''، جلد: ۱۸ میں Polygamy (تعدّدِ ازدواج) کے تحت Marriage (رشتۂ ازدواج) کے بڑے عنوان کا ذیلی عنوان ہے، اِس عنوان کے تحت تعددِ ازواج کو غیر متمدن اقوام میں بھی ثابت مانا گیا ہے، چہ جائیکہ متمدن اقوام ہوں (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، جلد: ۱۸، ص ۹۴۹، ایڈیشن ۱۹۵۹ء) نیز دیکھیے: ص: ۱۸۶ بحوالہ: ''تعددِ ازدواج'' از: سیّد حامد علی، ص: ۵۱۔

جبکہ ''اسلام میں مذہبی رواداری'' کے عنوان کے تحت قرآن وحدیث کی مقدس زنجیر

میں آزادی سے جکڑتے ہوئے شیطانی خیالات سے بچا کر نفسانی خواہشات پر روک لگانے کی بات کی گئی ہے یعنی اس سلسلہ میں اعتدال کا کیا پہلو ہوگا اِس کو واضح کیا گیا ہے۔

کیا اسلام میں ظلم وستم جائز ہے؟

اِس کے تحت ''اسلام میں سزائیں وحشیانہ یا منصفانہ''، ''کیا اسلام تلوار سے پھیلا''، ''اسلام میں جہاد کیوں؟''، ''اسلام میں عورتوں کے حقوق''، ''اسلام میں پردہ کیوں؟''، ''اسلام میں غلامی کا مسئلہ''، ''گوشت خوری اور اسلام'' اِن سات موضوعات پر اس اُصول کے تحت گفتگو کی گئی ہے۔ اسلام میں کسی قسم کی زیادتی نہیں ہے، اسی وجہ سے اسلام میں جو سزائیں ہیں اُن سزاؤں کو لے کر وحشیانہ اور منصفانہ پہلو کے درمیان حدِ فاصل قائم کی گئی ہے۔

پھر سوال ہوسکتا تھا کہ اسلام جب ظلم کی اجازت نہیں دیتا تو اسلام میں جہاد کیوں ہے؟ اور اسلام اِس کی وجہ سے پھیلا بھی ہے، تو اِن دو عنوانات پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا گیا کہ جہاد کرنا اپنے حق اور مذہب کے حق کے لیے لڑنا کوئی شجرِ ممنوعہ نہیں؛ بلکہ تمام مذاہب اس کے مؤید اور اس پر عامل ہیں، اور دلائل سے اسلام کے اعتدال اور عفو و درگزر کے پہلو اور تاریخی اقتباسات سے ثابت کیا گیا کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا ہے۔

اسلام میں عورتوں پر ظلم وستم کو لے کر اعدائے اسلام عورتوں کے حقوق کی بات کرتے ہوئے اُن کے پردے پر پابندی لگاتے ہیں؛ بلکہ اس کو ایک قسم کی غلامی خیال کرتے ہیں تو اِن موضوعات پر بھی عقل و نقل کی روشنی میں مُسکِت جوابات دیے گئے ہیں اور جہاں تک غلامی کی بات ہے تو اسلام نے اگرچہ اس کو جائز قرار دیا، مگر وہ اِس کا مُوجِد نہیں ہے؛ بلکہ روایات اور تاریخی حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے اِس کو ناپسند کیا ہے جیسا کہ طلاق کو جائز رکھا، مگر ناپسند کیا، بہرحال! اس موضوع پر بھی جامع کلام کیا گیا ہے۔

اسلام پر معاندین کے الزامات میں سے ایک الزام یہ بھی ہے کہ مسلمان جانوروں پر ظلم وستم کرتے ہیں اور ذی حیات کا گوشت کھا جاتے ہیں اور یہ چیز موجودہ وقت میں بہت

زیادہ نفرت کا باعث بنی ہوئی ہے؛ بلکہ بعضے سلیم الطبع کہلائے جانے والے لوگ جو اسلام کے دوسرے پہلوؤں سے اتفاق کر لیتے ہیں وہ گوشت خوری کے مسئلہ میں اٹک جاتے ہیں، حالانکہ یہ مسلمانوں ہی کا خاصہ نہیں ہے، عیسائی بھی گوشت خور ہیں، ہندوؤں کا بھی ایک بڑا طبقہ گوشت خور ہے، سکھ بھی اِس کے قائل ہیں، ہریجن اور پسماندہ جاتیاں اور جنوبی ہند کے دِراوڑ عموماً گوشت کھاتے ہیں، اونچی ذات کے ہندوؤں میں گوشت کھانے والے کم نہیں، جو لوگ بھینس، گائے اور بیل کا گوشت نہیں کھاتے وہ بکرے، مرغ اور مچھلی کے کھانے میں دریغ نہیں کرتے؛ لیکن اِس کے باوجود گوشت خوری کا الزام مسلمانوں ہی کے سر آتا ہے۔

بُدھ مذہب میں گوشت کھانا جائز ہے، دیکھئے: (بھگوان بُدھ، ص: ۳۲۰) گوشت خوری ہندو مذہب میں بھی جائز ہے، دیکھیے: (ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر: ص ۳) اور Hindu Dharma P-19 پر گاندھی جی اِس کے قائل ہیں، اور منوسمرتی میں اس کے جواز پر متعدد عبارتیں ہیں، جن کو اِس موضوع کے تحت انتہائی اچھے اور جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

الحمدللہ! کتاب اِن بنیادی چاروں موضوعات اور فروعی چودہ موضوعات پر جامع اور مکمل ہے، یہ تقریریں ہی نہیں؛ بلکہ تحریروں کے لیے بھی ایک عمدہ ذخیرہ ہے، جس کو دارالعلوم دیوبند میں شعبۂ مناظرہ ''انجمن تقویۃ الاسلام'' کے ایک انتہائی اہم رکن برادرِ مکرم جناب مولانا محمد عامر صاحب بجنوری نے جمع کیا ہے، اُن کے حکم پر یہ غیر مرتب اور غیر منضبط قلم کی لغزشوں کے ہوتے ہوئے کتاب کا تعارف لکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کو قبول فرمائے۔ آمین

(مولانا) مشاہد الاسلام امروہوی

فاضل تخصص فی الحدیث

و ناظمِ اعلیٰ شعبۂ مناظرہ دارالعلوم دیوبند

وجودِ باری تعالیٰ

❁

’’اس سوچ بچار میں یوں خیال آیا کہ جب ہم کسی مکان کو دیکھتے ہیں تو بنانے والے کو سمجھتے ہیں چھوٹے سے لے کر بڑے تک اس جہاں میں کوئی مکان نہیں کہ اس کا کوئی بنانے والا نہ ہو.........اتنا بڑا مکان’’ کہ جس کو عالم کہیے‘‘ بے صانع کے نہیں ہوسکتا ہاں! اگر اس کے احوال میں تفاوت نہ ہوتا اور حاجت مندی کے آثار اس میں نظر نہ پڑتے تو یوں بھی کہہ سکتے’’ کہ جیسے خدا کو سارا جہاں، موجود بذاتِ خود گنتے ہیں‘‘ ایسے ہی عالم بھی اپنے آپ موجود ہے؛ لیکن یہاں جس طرف نظر ڈالیے! ذلت، خواری ٹپکتی ہے، فلک، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھئے ایک حال پر قرار نہیں۔ کبھی عروج کبھی نزول۔ کبھی طلوع، کبھی غروب۔ کبھی نور، کبھی گہن ہے۔ آگ کو دیکھئے تو یہ بے قرار ہے کہ تھامے نہیں تھمتی۔ ہوا کا یہ حال ہے کہ کبھی حرکت، کبھی سکون۔ اور حرکت بھی ہے تو کبھی شمال اور کبھی جنوب، کبھی پورب اور کبھی پچھم.........

تو پھر کیوں کر عقل گوارا کرے کہ یہ سب کارخانہ بے سرا ہے؟ جو ایسی بات کہے، اُسے بے وقوف نہ کہیے تو کیا کہیے؟

(تقریر دل پذیر: ص/ ۲۵ تا ص/ ۲۶)

❁

وجودِ باری تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْبَرَّ وَالْبَحْرَ وَالشَّجَرَ وَالْحَجَرَ
وَالصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ مَحَا الشِّرْکَ وَالْکُفْرَ وَعَلٰی آلِہٖ
وَأَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ!

فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِي الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ
أَنَّہُ الْحَقُّ. (السجدۃ:۵۳)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

کہیں گرمی، کہیں سردی، کہیں بارش، کہیں طوفاں
خدا ہی کا کرشمہ ہے اسی کی حکمرانی ہے
وہی کرتا ہے دن روشن وہی پھر رات لاتا ہے
حکومت اس کی چوطرفہ زمینی آسمانی ہے
وہی خالق وہی مالک وہی اوّل وہی آخر
کہ وہ ہے ذات لاثانی کوئی اس کا نہ ثانی ہے

صدرِ محترم، معزز علمائے کرام اور سامعینِ عظام: آج میں آپ حضرات کے سامنے خدا کی وحدانیت پر کچھ کہنا چاہتا ہوں، کچھ سنانا چاہتا ہوں اور کچھ بتانا چاہتا ہوں، خدا کے وجود کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ ہاں ہاں! میں آپ کو خدا کے سامنے رُلانا چاہتا ہوں، جھکانا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار خصوصیات سے نوازا، انہی میں سے ایک خصوصیت اشیاء کا ادراک ہے کہ کبھی تو وہ چیزوں کو دیکھ کر پہچانتا ہے اور کبھی بغیر دیکھے پہچان لیتا ہے۔ جیسے:

ہوا کو بغیر دیکھے پہچان لیتا ہے،

سردی، گرمی کو بغیر دیکھے پہچان لیتا ہے،

خوشبو اور بدبو کو بغیر دیکھے پہچان لیتا ہے،

مگر جب بات آتی ہے خدا کے وجود کی، تو وہاں بغیر دیکھے ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔

حیرت ہے انسان کی نادانی پر کہ

مخلوقات کو دیکھنے کے باوجود خالق کا انکار کرتا ہے

رحمتِ خداوندی کے ہزار مظاہر دیکھنے کے باوجود رحیم کا انکار کرتا ہے

قدرتِ خداوندی کے بے شمار کرشمے دیکھنے کے باوجود قدیر کا انکار کرتا ہے

ہر چیز کی نشوونما بروقت و برمحل ہوتے ہوئے دیکھنے کے باوجود رب کا انکار کرتا ہے

او خدا کے وجود کا انکار کرنے والو! ذرا بتاؤ تو سہی کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ

پیدائش تو ہو مگر پیدا کرنے والا نہ ہو؟

پرورش تو ہو مگر پالنے والا نہ ہو؟

رحمت تو ہو مگر رحم کرنے والا نہ ہو؟

قدرت تو ہو مگر قدرت والا نہ ہو؟

اگر تمہارا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو تم ان چیزوں کے وجود کو تسلیم کرنے کے بعد پھر کس منہ سے خدا کا انکار کرتے ہو؟

حضرات گرامی!

جنگلی جانور شیر کی آواز سن کر سمجھ جاتے ہیں کہ شیر آ رہا ہے

گھوڑا شیر کی بو سونگھ کر محسوس کر لیتا ہے کہ اس راستے پر شیر موجود ہے

انسان بند گھر سے دھواں نکلتا دیکھ کر یقین کر لیتا ہے کہ وہاں آگ لگ رہی ہے

بند کمرہ میں بیٹھ کر صحن کی دھوپ سے یقین کر لیتا ہے کہ سورج نکل رہا ہے

یہ وہ مثالیں ہیں جن کا وقوع بکثرت ہوتا ہے اور ان کے کثرتِ وقوع کے سبب ہمیں یہ احساس نہیں ہو پاتا کہ ہم ان چیزوں کا ادراک بغیر دیکھے کر رہے ہیں۔

اس لیے اگر اللہ کے وجود کا صرف اس بنا پر انکار کیا جائے کہ اللہ نظر نہیں آتا، تو میں کہتا ہوں پھر تم ہوا کا انکار کرو، سردی گرمی کا انکار کرو، خوش بو بدبو کا انکار کرو۔ ظاہری بات ہے کہ جو شخص ان چیزوں کا انکار کرے گا اسے احمق اور بے وقوف کے سوا اور کیا کہا جائے گا تو پھر مجھے کہنے دو کہ اس شخص سے بڑا بے وقوف اور احمق کون ہو سکتا ہے جو شب و روز عالم کے مستحکم نظام، اس میں وجود پذیر ہونے والے مختلف قسم کے تغیرات، اس کی نیرنگیاں اور رنگینیاں دیکھتا ہے اور پھر خدا کے وجود کا انکار کرتا ہے،

جب ایک کشتی بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی

جب گولی بغیر بندوق کے نہیں چل سکتی

جب گاڑی بغیر پٹرول کے نہیں چل سکتی

جب عمارت بغیر معمار کے نہیں بن سکتی

تو ذرا سوچو تو سہی! اتنا لمبا چوڑا آسمان، یہ وسیع و عریض زمین، یہ آسمان کو چھوتے ہوئے اونچے اونچے پہاڑ لہکتی مہکتی کلیاں، بل کھاتی ہوئی ندیاں کیسے وجود میں آ گئیں؟ کیا ان چیزوں کا کوئی بنانے والا نہیں؟ کیا ان چیزوں کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں؟

یقیناً کوئی ذات ہے جو ان تمام چیزوں کی خالق و مالک ہے۔

اسی لیے جب بدو گنوار سے پوچھا گیا کہ تو خدا کو کیوں مانتا ہے؟ خدا کے موجود ہونے

کی کیا دلیل ہے تو اس بدو نے جواب دیا اَلْبَعْرَةُ تَدُلُّ عَلَى الْبَعِيْرِ وَآثَارُ الْاَقْدَامِ تَدُلُّ عَلَى الْمَسِيْرِ فَالسَّمَاءُ ذَاتُ اَبْرَاجٍ وَالْاَرْضُ ذَاتُ فِجَاجٍ وَالْبِحَارُ ذَاتُ اَمْوَاجٍ كَيْفَ لَا تَدُلُّ عَلٰى وُجُوْدِ اللَّطِيْفِ الْخَبِيْرِ
جب مینگنیاں اونٹ کے وجود کی خبر دیتی ہیں یعنی مینگنی کو دیکھ کر اندازہ ہوجاتا ہے کہ ضرور یہاں سے اونٹ گزرا ہے اور قدموں کے نشان کسی گزرنے والے پر دلالت کرتے ہیں تو یہ برجوں والا آسمان، یہ گھاٹیوں والی زمین، اور یہ موجوں والے سمندر کیا اس لطیف و خبیر ذات کے وجود پر دلالت نہیں کریں گے۔

بات کی سادگی اور قوت کی پختگی دیکھئے۔ کہ ناقابلِ تردید دلیل سے خدا کے وجود پر استدلال کیا، منکرین الٰہ اور ملحدینِ خدا قیامت تک اس کا جواب پیش نہیں کرسکتے۔

ہے کوئی جو اس بدو کے استدلال کو توڑ دے؟

سامعین ذی وقار! اللہ قرآن میں کہتا ہے: سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا کہ ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھاتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں خدا کی نشانیوں کو اللہ کہتا ہے وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً کہ تمہارے لیے چوپایوں میں بھی نشانی ہے، نشانی کیا ہے؟ آگے اللہ نے بیان کیا نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ کہ تمہیں وہ چیز پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے، اور پھر کہا مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ کہ وہ دودھ جو ہم تمہیں پلاتے ہیں گوبر اور خون کے درمیان ہے۔

ذرا غور کرو!

گوبر بدبودار ہے
خون بدبودار ہے
مگر دودھ خوشبودار ہے یہ کس نے کیا؟
بھینس کا رنگ کالا ہے
چارے کا رنگ ہرا ہے

مگر دودھ کا رنگ سفید ہے یہ کس نے کیا؟

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہی تو ہے اللہ

اور آگے چلو اللہ انسان سے سوال کرتا ہے أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ کہ اے انسان! یہ جو پانی تو پیتا ہے تو اسے بارش کے ذریعہ تو نے نازل کیا یا ہم اس کے نازل کرنے والے ہیں؟

کائنات کا نظام ہے کہ ہر سال ہر علاقے میں بارش ہوتی ہے، اور ضرورت کے لحاظ سے مکمل ہوتی ہے، اور اسی بارش کے پانی کا ذخیرہ کیا جاتا ہے، اسٹاک کیا جاتا ہے، تاکہ بوقتِ ضرورت استعمال کیا جائے اگر بارش نہ ہو تو انسانی زندگی کا بچنا ناممکن ہو جائے لہٰذا آسمان سے بارش اُتارنے کا نظام بنا دیا گیا۔

اور اس پانی کو کڑوا نہیں بنایا گیا، بلکہ میٹھا بنایا گیا، تاکہ انسان اس سے فائدہ اُٹھاسکے

پانی کو کس نے میٹھا بنایا؟

پانی کو آسمان سے کس نے اُتارا؟

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہی تو ہے اللہ

آفاقی اور مشاہداتی دلائل کو چھوڑ دے، انسان تو خود اپنی حقیقت پہ غور کر۔ اللہ فرماتا ہے: يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّن بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ کہ اللہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے، پیدائش کے بعد پیدائش درجہ بدرجہ تین تین تاریکیوں، تین تین اندھیروں میں۔

ذرا غور کرو!

رحمِ مادر کا اندھیرا

جھلی کا اندھیرا

بطنِ مادر کا اندھیرا

کوئی بلب نہیں، کوئی قمقمہ نہیں، کوئی ٹیوب لائٹ نہیں پے در پے تین اندھیرے ہیں

عقل کہتی ہے کہ کام بہت نازک ہے روشنی کا انتظام ہونا چاہئے، بلب ہونا چاہئے۔

ان تین تاریکیوں میں بچہ کو بنایا گیا دل بنایا، دماغ بنایا، ہاتھ پاؤں بنائے، آنکھوں کو بنایا، کانوں کو بنایا، زبان کو بنایا، تین اندھیروں کے باوجود بچہ کی پیدائش میں کوئی خرابی نہیں آئی

کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی

کوئی عضو دوسرے عضو میں فِٹ نہیں ہوا

آنکھ کی رَگیں کان کی رَگوں سے نہیں ٹکرائیں

کھانے کی نالیاں پینے کی نالیوں سے نہیں ٹکرائیں

الغرض قرآن کریم دلائل سے بھرا ہوا ہے، قرآن نشانیوں سے پُر ہے، قرآن بینات سے معمور ہے اور ہزاروں براہین کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، چنانچہ اب میں آپ کے سامنے قرآن ہی کی ایک ایسی دلیل بیان کر رہا ہوں جس کا کوئی توڑ نہیں جس کا کوئی جواب نہیں قرآن منکرینِ خدا سے صرف دو سوال پوچھتا ہے اور انہیں قیامت تک جواب دینے کا وقت دیتا ہے مگر نہ تو اب تک کوئی جواب آسکا ہے اور نہ آئندہ آسکتا ہے۔ قرآن کہتا ہے: اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ کہ کیا یہ لوگ بغیر کسی مُوجِد کے وجود میں آگئے یا یہ لوگ خود اپنے وجود کے موجد ہیں۔

اگر وہ یہ کہیں ہم خود بخود وجود میں آگئے تو یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ہر ممکن اپنے وجود میں کسی مُوجِد کا محتاج ہوتا ہے تو انسان بھی کسی موجد کا محتاج ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ انسان ایک وقت میں موجود نہ ہو پھر بغیر کسی موجد کے وجود میں آجائے کیونکہ

کوئی اثر بغیر مؤثر کے وجود میں نہیں آسکتا

کوئی حرکت بغیر محرک کے وجود میں نہیں آسکتی

کوئی فعل بغیر فاعل کے وجود میں نہیں آسکتا

کوئی معلول بغیر علت کے وجود میں نہیں آسکتا

تو کوئی مخلوق بغیر خالق کے وجود میں کیسے آسکتی ہے؟

اور اگر وہ یہ کہیں کہ وہ خود اپنی ذات کے خالق ہیں وہ خود اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں تو یہ بھی بالکل محال ہے کیونکہ

جب فاعل اور مفعول ایک نہیں ہوسکتے

جب صانع اور مصنوع ایک نہیں ہوسکتے

جب علت اور معلول ایک نہیں ہوسکتے

جب عابد اور معبود ایک نہیں ہوسکتے

جب ساجد اور مسجود ایک نہیں ہوسکتے

تو خالق اور مخلوق ایک کیسے ہوسکتے ہیں؟

اور اگر بالفرض خالق اور مخلوق کو ایک مان لیا جائے تو ''تَقَدُّمُ الشَّیْءِ عَلٰی نَفْسِہٖ'' لازم آئے گا یعنی انسان کا جو کہ مخلوق ہے اپنے سے پہلے ہونا لازم آئے گا، کیوں کہ خالق مخلوق سے مقدم ہوتا ہے اور یہ تمام عقلاء کے نزدیک باطل ہے لہٰذا دونوں کا ایک ہونا بھی باطل ہے۔

بلکہ حضرت الاستاذ مولانا نُور عالم خلیل امینی صاحب دامت برکاتہم نے تو ظالموں کے ظلم سے خدا کے وجود پر بڑا عجیب استدلال کیا ہے اٹھایئے اُن کی کتاب ''کیا اسلام پسپا ہو رہا ہے؟'' اور کھولیے صفحہ ۱۴۲ وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''آج پوری دنیا میں اَمن پسندوں، دینداروں، اللہ سے لو لگانے والوں، اس کی عظمت و کبریائی کی تسبیح پڑھنے والوں اور دنیا کے ہر کام میں صرف اسی کی خوشنودی کا خیال رکھنے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے، ظالموں کو ظلم کے نئے نئے طریقے وضع کرنے میں مزہ آرہا ہے، آپ یقین جانیے ان کے شر میں جتنا اضافہ ہوتا جارہا ہے ان کی خباثت، بدباطنی اور سلوک و کردار کی ناپاکی کا رنگ جتنا شوخ ہوتا جاتا

ہے بے گناہوں اور خدائے واحد کا نام لینے والوں کو ستانے، تڑپانے اور ان کی زندگی کو اجیرن بنا دینے کا ان کا عمل جتنا سنگ دلانہ اور بے رحمانہ ہوتا جاتا ہے میرا یہ یقین بڑھتا جاتا ہے کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ یہ ظالم مسلمانوں کی ایذا رسانی کا اپنا شوق پورا کرنے کا نیا نیا طریقہ ایجاد کرتے رہیں اپنی بے نظیر ستم گری سے ساری دنیا کو زیروزبر کرتے رہیں اور کائنات میں کوئی ایسی طاقت نہ ہو جو انہیں پکڑ سکے انہیں اپنی گرفت میں لاسکے جو ان کا ہاتھ بلکہ ان کا گریبان پکڑ سکے اور ان کی حد سے گزری ہوئی بربریت کا ان سے جواب طلب کرسکے یہ نہیں ہوسکتا ہرگز نہیں ہوسکتا''۔

شاعر کہتا ہے ؎

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اُٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نُورِ آفتاب

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی ذات کا یقین اور اپنی صفات کی معرفت نصیب فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁

وحدانیتِ خداوندی

❁

اعتراض: جب اہلِ اسلام کے کلمے میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ رسول ﷺ کا نام بھی موجود ہے اور کوئی بلا دونوں کے مانے ہوئے مسلمان نہیں شمار کیا جاتا تو اس کو کلمۂ توحید کہنا کیا معنیٰ؟ جبکہ اللہ کے ساتھ دوسرے کا ماننا بھی ضروری ہے پھر دوسروں کو مشرک اور اپنے آپ کو موحّد کیسے کہا جاتا ہے؟

جواب: اگر ماننے میں اشتراکیت اور اتحاد ہو تو اعتراض بجا ہے کہ محمد ﷺ کو اللہ کی اُلوہیت میں شامل ماننا ضروری ہوا اور اگر ماننے میں تخالف اور تغائر ہو کہ اللہ کو معبود اور محمد ﷺ کو عبد تسلیم کیا جائے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور یہاں تغائر ہی مراد ہے کہ اللہ کو معبود **مانا جائے** اور محمد ﷺ کو عبد مانا جائے پس جس پر اعتراض ہے وہ ہماری **مراد نہیں اور** جو ہماری مراد ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

فائدہ: لَاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ کلمۂ مروجہ درحقیقت مختصر ہے، اصل کلمہ یہ ہے: أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

(مستفاد از: احکام اسلام عقل کی نظر میں: ص/۲۰۶)

❁

وحدانیتِ خداوندی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى، وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (الاخلاص:۱) صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

صدر محترم، معزز علمائے کرام و برادرانِ اسلام! جب ہم خطۂ ارض پر نگاہ ڈالتے ہیں تو دنیا کی اکثریت خدا کے وجود کی قائل نظر آتی ہے، کوئی اسے خدا کہہ کر پکارتا ہے، تو کوئی اللہ کے نام سے یاد کرتا ہے، کوئی اسے اوم کہہ کر پکارتا ہے، تو کوئی گوڈ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ الغرض! ہر ایک اپنی اپنی زبان میں اور اپنے اپنے انداز میں اسے یاد کرتا ہے اور اسے تلاش کرنے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں اور کوششیں کرتا ہے

کوئی چاند سورج میں تلاش کرتا ہے

کوئی آگ اور مٹی میں تلاش کرتا ہے

کوئی جانور اور چوپایوں میں تلاش کرتا ہے

کوئی شجر و حجر میں تلاش کرتا ہے

کوئی ستاروں اور سیاروں میں تلاش کرتا ہے

لیکن ناکامی اور نامرادی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، کیونکہ خدائے بزرگ و برتر ان

چیزوں سے پاک ہے۔ پوری دنیا میں ایک مسلمان قوم ہی ایسی قوم ہے اور اسلام مذہب ہی ایسا مذہب ہے، جو خدا کو ہر اعتبار سے واحد و یکتا، احد و صمد اور تنہا و اکیلا قرار دیتا ہے۔

نفسِ وحدانیت کے بارے میں جب ہم مذاہبِ عالم کا مطالعہ کرتے ہیں، تو تقریباً تمام مذاہب، خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگر عیسائی مذہب کا مطالعہ کیا جائے، تو بائبل متیٰ ہمیں خدا کی وحدانیت کی شہادت دیتے ہوئے نظر آتی ہے؛ چنانچہ بائبل کہتی ہے: اے زمین کے رہنے والو! تم میری طرف متوجہ رہو اور نجات پاؤ، کیونکہ میں خدا ہوں اور میرے سوا کوئی نہیں۔

اگر یہودی مذہب کو دیکھا جائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول بنی اسرائیل کے لیے یوں ملتا ہے:

"سنو اے بنی اسرائیل! تمہارا حاکم خدا ایک ہی خدا ہے"

اور جب ہم ہندو دھرم کو دیکھتے ہیں، تو وہاں بھی ہمیں جا بجا توحیدی شلوک نظر آتے ہیں؛ چنانچہ وحدانیت کا برہما شلوک جو انتہائی معروف و مشہور ہے اس میں کہا گیا:

एकं ब्रंहमा द्वित्तीय नास्ते नेह नास्ते किंचन नास्ते।

اِے کَم بِرَھما دِتّی نَاستے نِہ نَاستے کِنچن نَاستے

"کہ خدا (برہما) ایک ہی ہے دوسرا نہیں ہے ہرگز نہیں ہے قطعاً نہیں ہے"۔

اور جب ہم مذہبِ اسلام کو دیکھتے ہیں، تو قرآن بھی ہمیں جگہ جگہ وحدانیتِ خداوندی کا اعلان کرتے ہوئے دکھائی دیتا ہے؛ چنانچہ کھولیے سورۂ اخلاص آیت نمبر ا

قرآن کہتا ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ کہ اے محمد ﷺ لوگوں میں اعلان کر دو کہ خدا ایک ہی ہے۔

اگر دیکھنے والی آنکھ، سمجھنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو تو انسان خدا کی وحدانیت کی گواہی دینے کے لیے مجبور ہوگا کیونکہ جب

ایک ملک کے دو بادشاہ نہیں ہو سکتے،
جب ایک اسکول کے دو پرنسپل نہیں ہو سکتے،
جب ایک مدرسہ کے دو مہتمم نہیں ہو سکتے،
تو اس محیر العقول اور حیرت انگیز کائنات کے دو خالق اور دو مالک کس طرح ہو سکتے ہیں؟
کائنات کی ہر چیز خدا کی وحدانیت کا اعلان کر رہی ہے۔

درخت کا ہر پتہ
پھول کا ہر بوٹہ
ریت کا ہر ذرّہ
بارش کا ہر قطرہ
آگ کا ہر شعلہ
اور ہوا کا ہر جھونکا

یہی نغمہ سرا ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔

اے امتِ اسلامیہ کے دھڑکتے دلو! آج ہندوستان کی فضا اشکبار ہے، چاروں طرف سے اسلام پر کفر کی یلغار ہے، اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لیے سازشوں کا جال تیار ہے، کہیں اشکالات کا انبار ہے، تو کہیں اعتراضات کی بوچھار ہے؛ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اسلام امن پسندی کا دشمن ہے، اسلام نفرت و تعصب کا روادار ہے، اسلام ہندو دھرم کی توہین کرتا ہے، اسلام ہندو دھرم کے رِشیوں مُنیُوں کی تذلیل کرتا ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ آخر ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں پانچ بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر رام کے خدا ہونے کا انکار کیوں کیا جاتا ہے؟ شری کرشن کے بھگوان ہونے کا علی الاعلان انکار کیوں کیا جاتا ہے؟ مورتی پوجا کرنے والوں کو گمراہ اور جہنمی کیوں کہا جاتا ہے؟ دیوی دیوتاؤں کی پرستش پر دشمنانِ خدا کا لقب کیوں دیا جاتا ہے؟

سامعین! ایک تو یہ ہے کہ میں اپنی بات سے جواب دوں ایک یہ ہے کہ انہیں کی

کتاب سے جواب دوں۔ ظاہر ہے کہ بہتر یہی ہے کہ اپنی بات کے بجائے انہیں کی کتابوں سے جواب دیا جائے تا کہ انکار کی گنجائش نہ رہے اور حجت تمام ہوجائے۔

اگر ہم دیوی، دیوتا کی پوجا کرنے والے کو جہنمی اور گمراہ کہتے ہیں تو اعتراض کی کونسی بات ہے؟

ہندو درھرم کی سب سے مقدس کتاب شری مدبھگوت گیتا کہتی ہے دیکھئے! ادھیائے نمبر ۹، شلوک نمبر ۲۵ گیتا کہتی ہے:

यान्ति देववृता देवान् पितृ न्यान्ति पितृवृताः
भूतानि यान्ति भूतेज्यो यान्ति महजिनोडपि माम्

یَانْتِ دِیْووِرَتَا دِے وَانَہ پِتْرْ نِیَانْتِ پِتْرْوِرَتَہٗ
بُھوْتَانِ یَانْتِ بُھوْتِیْجِیَہ یَانْتِ مَہَاجِنوْاَپ مَامَہ

''کہ جو لوگ دیوی دیوتاؤں کو پوجتے ہیں وہ دیوتاؤں کو پراپت ہوتے ہیں جو پتْر گڑوں کی عبادت کرتے ہیں وہ پتر گڑوں کو پراپت ہوتے ہیں اور جو عظیم خدا کو پوجتے ہیں وہ خدا کو حاصل کرتے ہیں''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے علاوہ دیوی دیوتاؤں کی عبادت سے خدا کی معرفت نصیب نہیں ہوگی۔ ''گیتا'' ہی کے ادھیائے ۹ شلوک ۱۱ میں کہا گیا:

अवजानन्ति माँ मूढ़ां मानुषीं तनुमाश्रितम
परमभावम जानन्तो ममभूत महेश्वरम

اَوْجَانَنْتِ مَامُوْنْڑھا مَانُنْشِی تَنُ مَاشِرِ تَمْ
پَرَمْ بھَاوَمْ جَانَنْتوْ مَمْ بھُوْتْ مَہیْشْوَرَمْ

''کہ میرے احوال وکوائف کو نہ جاننے والے احمق لوگ مجھے کمتر سمجھتے ہیں اور مجھ زبردست خدا کو انسان کی طرح چھوٹا سمجھ کر میری بے عزتی کرتے ہیں''۔

تو جو لوگ خدا کو چھوڑ کر دیگر چیزوں میں خدا کو تلاش کرتے ہیں وہ بے وقوف اور احمق ہیں اور یہ میں نہیں کہتا، بلکہ خود انہی کی کتاب شری مد بھگوت گیتا کہتی ہے

اگر مورتی پوجا کو غلط اور ناجائز کہا جاتا ہے تو اعتراض کی کونسی بات ہے اُٹھائیے یجُر وید اور کھولیے اَدِھیائے نمبر ۳۲ شلوک نمبر ۳

न तस्य प्रतिमा अस्ति

یجر وید کہتا ہے (نہ تسیہ پرتما استی)

"کہ خدا کی کوئی پرتما اور مورتی نہیں ہے"

اس شلوک کی تشریح و توضیح اور مورتی پوجا کی تغلیط و تردید کرتے ہوئے ڈاکٹر "وید پرکاش اُپادھیائے" اپنی کتاب ویدک دھرم اور اسلام کے صفحہ ۳۱ پر لکھتے ہیں کہ "جب پرمیشور کا کوئی آکار نہیں ہے، تو پھر اس کا چھایا چتر کیمرے سے کون کھینچ سکتا ہے، جب چھایا چتر کھینچنا سنبھو نہیں تب پھر کیسے اس کی پرتما ٹھیک طرح سے بنائی جاسکتی ہے یہ تو چتر کاروں نے اپنی کلپنا سے تمام مورتیاں گھڑ لی ہیں"۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

رہ گئی بات رام، شری کرشن وغیرہ کے خدا ہونے کی، تو دیکھئے رِگ وید کا برہما منتر رگ وید کہتا ہے:

एंक ब्रहमा द्वित्तीय नास्ते नेह नास्ते किंचन नास्ते।

اِکَم برَھما دِتِیَ ناستے نہ ناستے کِنچن ناستے

کہ خدا ایک ہی ہے، دوسرا نہیں ہے، ہرگز نہیں ہے، قطعاً نہیں ہے

رگ وید جسے ہندو دھرم میں آسمانی کتاب کا درجہ حاصل ہے، صاف صاف اعلان کر رہا ہے کہ رام خدا نہیں۔

شری کرشن خدا نہیں۔

خداتو بس ایک ہی ہے اس کا کوئی دوسرا نہیں

چراغِ محمدی کے پروانو! رسولِ عربی کے دیوانو! اسلام کے پاسبانو!

کیا دینِ محمدیؐ کی حفاظت تمہاری ذمہ داری نہیں ہے؟

کیا اسلام کی حفاظت تمہارا فرض منصبی نہیں ہے؟

کیا اسلام پر کیے جانے والے اعتراضات کا دفاع کرنا تمہارا فریضہ نہیں ہے؟

آؤ اور برادرانِ وطن کو بتاؤ کہ جس چیز کی اسلام دعوت دے رہا ہے وہی تمہارا دھرم بھی کہہ رہا ہے، جو پیغام اسلام پہنچا رہا ہے وہ تمہارے مذہب میں بھی موجود ہے، جو باتیں اسلام پیش کرر ہا ہے وہ تمہارے یہاں بھی پائی جاتی ہیں۔

حضرات! میں آپ کے ماتھے کی شکن کو دیکھ رہا ہوں اور آپ کے چہرے پر پڑے ہوئے ان بلوں کو بھی دیکھ رہا ہوں، جو مجھ سے سوالیہ انداز میں پوچھ رہے ہیں کہ

جب مذہبِ اسلام اور مذہبِ ہنود دونوں توحید کی دعوت دے رہے ہیں،

دونوں غیر اللہ کی عبادت کی نفی کرر ہے ہیں،

دونوں مورتی پوجا کو ناجائز و باطل کہہ رہے ہیں،

تو پھر ہندو دھرم اور مذہبِ اسلام میں فرق کیا ہے؟

سلمانوں کو مذہبِ اسلام پر ناز کیوں ہے؟

اسلام کی وہ کونسی خوبی ہے جو اسے دوسروں پر فضیلت دیتی ہے؟

وہ کونسی خصوصیات ہیں جنہوں نے اسے ہر خاص و عام میں مقبول و محبوب بنا دیا؟

ان تمام سوالوں کا جواب اجمالی طور پر یوں دیا جاسکتا ہے کہ ہندو دھرم میں انسانی زندگی کے لیے کامل ضابطۂ حیات نہیں، زندگی گزارنے کا طریقہ اور عبادت و ریاضت کے اُصول موجود نہیں، اصلاحِ اخلاق اور تہذیب و تمدن کا کوئی تصور نہیں معاملات اور معاشرت کا کہیں سے کہیں تک کوئی وجود نہیں۔

جبکہ اسلام اگر ایک طرف عبادت و ریاضت کا طریقہ سکھاتا ہے تو وہیں دوسری طرف

معاملات اور معاشرت کی بھی تعلیم دیتا ہے۔

وہ اگر ایک طرف بہترین تہذیب وتمدن پیش کرتا ہے تو وہیں دوسری طرف اصلاحِ اخلاق کا بھی اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے۔

اسلام ایک دین رحمت ہے انسانیت کی تکمیل کے لیے جتنے عمدہ اخلاق ہوسکتے تھے تزکیہ نفس ہو یا زہد وتقویٰ، عفت وپاکبازی ہو یا شرم وحیا، رحم وکرم ہو یا عدل وانصاف، استقامت وخودداری ہو یا شجاعت وبہادری، عفوودرگزر ہو یا محبت وشفقت، الغرض جو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیمات ہوسکتی تھیں وہ اسلام پیش کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اس کی ترغیب دیتا ہے اور جتنے رذائل ہوسکتے تھے، جھوٹ ہو یا تکبر، غیبت ہو یا انتقام، طمع ہو یا خیانت، ایذاء ہو یا استہزاء، ان تمام کی شدید مذمت کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اس سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔

اسلام ایک دینِ فطرت ہے وہ بے اعتدالی اور افراط وتفریط سے بچتے ہوئے ایک ایسا نظام پیش کرتا ہے جس میں غایت درجہ کا اعتدال اور توازن پایا جاتا ہے۔ یہ اعتدال، یہ توازن اور یہ تناسب اتنا مکمل ہے کہ انسانی عقل اس کو پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ میں اس قانون کی تعریف اس لیے نہیں کررہا ہوں کہ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں بلکہ دراصل میں اسلام پر ایمان رکھتا ہی اس لیے ہوں کہ مجھے اس میں کمال درجہ کا توازن وتناسب اور فطرتِ انسانی کے ساتھ مکمل تطابق نظر آتا ہے۔ جسے دیکھ کر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یقیناً اس قانون کا واضع وہی ہے جو انسان کو پیدا کرنے والا اور اس کی فطرت سے بخوبی واقفیت رکھنے والا ہے۔

اب میں اخیر میں رخصت ہوتے ہوئے ان لوگوں کو جو
اسلام کو مانتے ہیں مگر اپناتے نہیں
جو دین سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے
جو دین پر جان دینے کی بات کرتے ہیں مگر دین کے احکام سے جان چھڑانے کی

کوشش کرتے ہیں انہیں مسٹر ''جے پرکاش نارائن'' کا وہ تاریخی اقتباس سنانا چاہتا ہوں جو سو فیصد سچائی پر مشتمل ہے چنانچہ مسٹر ''جے پرکاش نارائن'' کہتے ہیں کہ ''اگر آج دنیا بھر کے مسلمان غفلت کے پردے چاک کر کے کھلے میدان میں آئیں اور اسلام کے اُصول پر عمل کریں تو ساری دنیا کا مذہب اسلام ہو سکتا ہے صحرائے عرب میں جو ہیرا چمکا تھا اس نے نگاہوں کو خیرہ کر دیا تھا آج اس کے چمکتے اُصولوں پر گرد و غبار جم گیا ہے اگر اس گرد و غبار کو دور کر دیا جائے تو وہ اپنی چمک سے سارے عالم کو مسحور کر سکتا ہے اور ساری دنیا اس کے سامنے آنکھیں بچھا سکتی ہے''۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ سارے عالم میں اسلام کا بول بالا فرمائے اور ہم سب کو مذہبِ اسلام پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ

بشاراتِ محمدی ﷺ مذاہبِ ہنود میں

❁

(۱) ایک ملیچھیا (نووارد) آئے گا جس کی زبان سنسکرت نہیں ہوگی (عربی ہوگی) وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے گا (جو صحابہ کہلائیں گے) اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہوگا اور راجہ بھوج اس کا استقبال یوں کرے گا:
اے فخرِ بنی نوعِ انسان! اے عرب کے رہنے والے!

(بھِویشیہ پُران کھنڈ ۳،۱ ادھیائے ۳، شلوک ۳ تا ۵)

(۲) میں اسے گوشت خور گروہ سے مضبوط کروں گا، میرا پیروکار ختنہ شدہ ہوگا، ان کے سروں پر بالوں کی چوٹی نہیں ہوگی، وہ ڈاڑھی رکھیں گے اور وہ انقلاب برپا کریں گے، وہ عبادت کے لیے پکاریں گے (اذان دیں گے) وہ تمام حلال جانوروں کا گوشت کھائیں گے۔

(بھِویشیہ پُران کھنڈ ۳،۱ ادھیائے ۳، شلوک ۱۰ تا ۲۷)

(۳) وہ اپنی ماں کا دودھ نہیں پیے گا (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اپنی حقیقی والدہ کا دودھ نہیں پیا)۔ (سام وید اگنی منتر ۶۴)

(۴) اس کے باپ کا نام وشنویش (عبداللہ) اور ماں کا نام سمتی یا سوم وتی (امن وشانتی) کو پسند کرنے والی) ہوگا۔ (کلکی پران باب ۲ منتر ۴)

(۵) اس کے چار ساتھی (خلفاء اربعہ) اس کی مدد کریں گے۔

(کلکی پران باب ۲ منتر ۲)

(۶) جنگ کے دوران دیوتا (فرشتے) اس کی مدد کریں گے۔

(کلکی پران باب ۲ منتر ۷)

❁

بشاراتِ محمدیؐ مذہبِ ہنود میں

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا. (الاحزاب:۴۵)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

صدرِ محترم، معزز اساتذہ کرام اور حاضرین جلسہ! خدائے ذوالجلال کا یہ دستور رہا ہے کہ جب جب دنیا میں فساد برپا ہوا، جب جب اہلِ دنیا نے راہ حق سے انحراف کیا، خدا کو بھول کر خدا سے بے تعلقی کا اظہار کیا تب تب ان کی رشد و ہدایت کے لیے اور ان کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے انبیائے کرام کو مبعوث فرماتا رہا

چنانچہ حضرت آدم کو بھیجا،

حضرت نوح کو بھیجا،

حضرت ابراہیم کو بھیجا،

حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ کو بھیجا،

اور آخر میں مدنی تاجدار، ہم غریبوں کے غمگسار، سید ابرار و اخیار، آقائے نامدار، شہنشاہ ذی وقار، رحمۃ للعالمین، مراد المشتاقین، سید المرسلین، خاتم النبیین، طٰہٰ و یٰسین، عمیق بیکساں، فخر رسولاں، نازش ہر دو جہاں، شاہ حرم، قائد عرب و عجم، سرکارِ دو عالم، احمد مجتبیٰ، رسول مرتضیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا۔

اور آپ ﷺ کو بھیجنے سے قبل آپ کا تذکرہ دنیا کی ہر مذہبی کتاب میں کر دیا، ہر نبی نے آپ کی آمد کی بشارت دی، ہر پیغمبر نے آپ کے آنے کا تذکرہ کیا اور ہر صحیفہ نے آپ کے آنے کی خوشخبری دی۔

چنانچہ وید ہوں یا گیتا تورات ہو یا زبور انجیل ہو یا قرآن

غرض ہر آسمانی کتاب، بلکہ ہر مذہبی کتاب نے آپ ﷺ کے حالات کو بیان کیا۔ آپ کی نبوت و رسالت کو بیان کیا، آپ کی رسالت کے عالمگیر ہونے اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کو بیان کیا۔

اور اس وقت تو حیرت کی انتہا نہیں رہتی، جب ایک ایسی کتاب، جس کے آسمانی ہونے کا کوئی علم نہیں، جس کے منزل من اللہ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں، جس کے کتبِ سماویہ میں سے ہونے کا کوئی نام و نشان نہیں وہ اس تفصیل سے پیغمبر اسلام کے احوال و کوائف کو بیان کرتی ہے کہ عقل انسانی حیران و ششدر رہ جاتی ہے، بلکہ اس بات کی شہادت دینے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ محمد بن عبداللہ خدا کے برگزیدہ بندے اور اس کے رسول ہیں۔

جی ہاں! وہ کتاب پُران ہے،

وہ کتاب اُپنشید ہے،

وہ کتاب رِگ وِید ہے،

وہ کتاب یَجر وِید ہے،

وہ کتاب سَام وِید ہے،

وہ کتاب اَتھرُوَوِید ہے،

یہ تمام کی تمام کتابیں حضور اکرم ﷺ کا تذکرہ کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں:

کہیں آپ کا نام، تو کہیں آپ کے والد کا نام

کہیں آپ کی جائے پیدائش کی تعین، تو کہیں آپ کی جائے رہائش کی تعین

کہیں آپ کی اتباع کی ترغیب، تو کہیں آپ پر ایمان نہ لانے سے ترہیب

کہیں آپ کی سواری کا بیان، تو کہیں آپ کے صحابہ کا احترام

الغرض کیا کیا بتاؤں، کس کس گوشہ کو اُجاگر کروں

وقت اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ تفصیل سے کلام کیا جائے لیکن رسول کی رسالت اور نبی کی نبوت کی پیشین گوئی کو بیان کرنا میں اپنے لیے قابلِ افتخار و باعثِ سعادت سمجھتا ہوں، تو آیئے سب سے پہلے جب ہم ویدوں کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں اور ان کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمیں جگہ جگہ ایک لفظ دکھائی دیتا ہے ''نَرَاشَنْس'' جو زبان قال سے نا سہی لیکن زبان حال سے ضرور یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ:

میں ایک راز ہوں،	میرے حصول کی جستجو کرو!
میں ایک عجوبہ ہوں،	مجھے سمجھنے کی کوشش کرو!
میں ایک معمہ ہوں،	مجھے حل کرنے کی فکر کرو!
میں ایک نشان ہوں،	میرے ذریعہ اپنی منزل تلاش کرو!

چنانچہ لفظ نَرَاشَنْس کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے ڈاکٹر ''وید پرکاش اپادھیائے'' اپنی کتاب نَرَاشَنْس اور اَنْتِم رِشی کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں کہ: ''دراصل یہ لفظ مرکب ہے دو لفظوں ''نَرْ'' اور ''آشَنْس'' سے نر کا مطلب ہے آدمی اور آشنس کا مطلب ہے تعریف کیا ہوا، تو نَرْ اور آشَنْس دونوں کے مجموعے کا مطلب ہوا ایسا آدمی جس کی تعریف کی جائے اور یہ بات بھی طے ہے کہ نراشنس کوئی فرشتہ، جن یا دیوی دیوتا نہیں ہوسکتا کیونکہ لفظ ''نَرْ'' کا

استعمال صرف اور صرف آدمی کے لیے خاص ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ آنے والا آدمی، جس کے بارے میں ویدوں نے پیشین گوئی اور بھویشہ وانی (भविष्यवाणी) کی ہے وہ نر یعنی آدمی ہوگا اور ساتھ میں آشنس یعنی تعریف کیا ہوا ہوگا۔

دوسری طرف، جب ہم لفظ محمد کو دیکھتے ہیں، تو اس کا مطلب بھی یہی نکلتا ہے کہ وہ آدمی جس کی تعریف کی جائے۔ تو پتہ یہ چلا کہ یہ زبان کا فرق ہے در حقیقت دونوں ایک ہی ہیں نراشنس سَنسکرِت کا لفظ ہے اور محمد عربی کا لفظ ہے مصداق دونوں کا ایک ہی ہے اب میں آپ کو نراشنس اور محمد کا تقابلی تجزیہ دکھاتا ہوں اٹھایئے رِگ وید اور کھولیے سوکت نمبر ۱۳اور منتر نمبر ۳ رگ وید کہتا ہے:

नरांशस मिहप्रिय मस्यियज्ञे

نَرَاشَنُس مِہٗ پرِّیے مَسِّیِ یَگّے

یعنی نراشنس کی تعریف کی جائے گی اور وہ سب کو محبوب ہوگا۔

جب ہم قرآن کھولتے ہیں، تو ہمیں ایک آیت ملتی ہے ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝'' کہ اے نبی ہم نے تیرے ذکر کو بلند کر دیا۔ یعنی تیری تعریف کو عام کر دیا۔

اگر آسمان میں پہلے خدا کی تعریف	تو	بعد میں محمد کی تعریف
اگر زمین میں پہلے خدا کی تعریف	تو	بعد میں محمد کی تعریف
اگر آسمانی کتابوں میں پہلے خدا کی تعریف	تو	بعد میں محمد کی تعریف
اگر قرآن میں پہلے خدا کی تعریف	تو	بعد میں محمد کی تعریف
اگر کلمہ میں پہلے خدا کی تعریف	تو	بعد میں محمد کی تعریف

جب ہم تاریخ سے پوچھتے ہیں، تو تاریخ بتاتی ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے اور جتنے مہاپُرش، دیوی دیوتا، رِشی مُنی، رسول و نبی گزرے ہیں آج تک نہ تو کسی کی اتنی تعریف ہوئی ہے، اور نہ آئندہ ہوسکتی ہے جتنی محمد علیہ السلام کی ہوئی ہے اور ہوتی رہے گی۔ کیونکہ اسلام

میں پانچ مرتبہ اذان دی جاتی ہے ہر شہر، ہر صوبہ اور ہر ملک میں دی جاتی ہے۔ سائنس کہتی ہے کہ اگر حساب لگایا جائے اور پوری دنیا کی اذانوں کو دیکھا جائے تو چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں ایک سیکنڈ اور ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں اذان نہ ہوتی ہو اور جب تک محمد ﷺ کی تعریف اذان میں نا کی جائے اذان اذان نہیں بن سکتی۔

الغرض اذان میں محمد کی تعریف

نماز میں محمد کی تعریف

درود میں محمد کی تعریف

نعت میں محمد کی تعریف

دین کی مجلسوں میں محمد کی تعریف

وعظ کی محفلوں میں محمد کی تعریف

تقریروں میں محمد کی تعریف

تحریروں میں محمد کی تعریف

درسِ تفسیر میں محمد کی تعریف

فہمِ حدیث میں محمد کی تعریف۔

ہاں ہاں! وہ شخصیت محمد ﷺ ہی ہیں، جن کی تعریف نہ صرف اپنوں نے کی بلکہ غیروں نے بھی کی اور خوب دل کھول کر کی؛ چنانچہ ''مائیکل ہارٹ'' (Michal hart) نے ''دِی ہنڈریڈ'' (The hundred) نامی کتاب لکھی اور اس میں ان سو ۱۰۰ لوگوں کا تذکرہ کیا جو اس کے ذہن میں اونچا مقام رکھتے تھے، لیکن خدا کی خدائی اور محمد ﷺ کی مصطفائی دیکھئے کہ مصنف عیسائی ہونے کے باوجود پہلا مقام اور پہلا اِستھان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دینے کے بجائے حضرت محمد ﷺ کو دیتا ہے اور اس نے پہلا مقام کیوں دیا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے صفحہ ۳ پر لکھتا ہے:

He was the only man in history who was

supermely succesfull on both the religous and secular levals.

"کہ وہ تاریخ میں صرف ایک ہی شخص تھے جو مذہبی اور سیکولر لیول پر پوری طرح کامیاب تھے"۔

اسی طرح ۱۵ جولائی ۱۹۷۴ء کو امریکہ میں "ٹائمس" نامی ایک ہفتہ واری میگزین شائع ہوتی ہے جس میں ایک یہودی کا مضمون شائع ہوتا ہے ہُو وَر دِسٹریز گریٹر Who were history's greater یعنی تاریخ کی عظیم شخصیات کون کون تھیں۔ جس میں وہ مختلف شرائط لکھنے کے بعد شہنشاہانِ عالم کو ان شرائط پر پرکھتا ہے اور پھر آخر میں یہ فیصلہ سناتا ہے کہ محمد ﷺ ہی وہ مہان آدمی تھے جو تمام شرائط کو پورا کرنے والے تھے۔

اسی طرح "محمد دی پرافٹ آف اسلام" (Muhammad the Prophet of Islam) نامی کتاب میں "شری رِکرشن" راوٗ جی کہتے ہیں کہ "حضرت محمد ﷺ کے وِیکتِو (شخصیت) کی پوری سچائی میں اتر پانا سب سے کٹھن بات ہے پرنتو (البتہ) میں رکیول اس کی ایک جھلک پیش کرتا ہوں وہ کہتے ہیں

بزنس مین (تاجر) محمد

اُپدیشک (مبلغ) محمد

سُدھارک (مصلح) محمد

اناتھوں کا سہارا محمد

غلاموں کے سَنرَکشک (سرپرست) محمد

اِستریوں کے اُدھار کرتا (نجات دہندہ) محمد

نیائے دِھیش (حاکم) محمد"

تو نراشنس کی جو پہلی صفت بیان کی گئی تھی کہ وہ ایسا آدمی ہوگا جس کی تعریف کی جائے گی حرف بحرف حضرت محمد ﷺ پر صادق آتی ہے۔

آیئے! اب دوسری صفت کو دیکھتے ہیں کہا گیا کہ وہ سب کو محبوب ہوگا، لوگ اس سے بے پناہ محبت کریں گے۔

جب ہم محمد ﷺ کو دیکھتے ہیں، تو ہمیں آپ کے صحابہ کا یہی حال نظر آتا ہے کہ آپ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اگر آپ ایک اشارہ کردیں، تو صحابہ اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں۔

حضرت ''ابوبکر صدیقؓ'' کو دیکھو کہ نبی کی محبت میں اپنا سارا مال نبی کے قدموں میں لاکر رکھ دیتے ہیں۔

حضرت ''ابودجانہؓ'' کو دیکھو کہ نبی کی محبت میں اپنی کمر کو ڈھال بنا کر دشمنوں کے سامنے پیش کردیتے ہیں اور تیر پر تیر کھا کر کمر کو چھلنی کرالیتے ہیں لیکن نبی پر آنچ آنے کو گوارا نہیں کرتے۔

حضرت ''طلحہؓ'' کو دیکھو کہ ایک دشمن نے نبی پر تلوار کا وار کرنا چاہا، تو حضرت طلحہ اپنا ہاتھ بڑھا کر تلوار کے وار کو روک دیتے ہیں اور نبی کی محبت میں اپنا ہاتھ کٹوانا گوارا کرلیتے ہیں۔

حضرت ''زید بن دشنہؓ'' کو دیکھو کہ انہیں سولی پر لٹکانے کے لیے دار پر لایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد کو سُولی دے دی جائے اور تم آرام سے رہو؟ زید بن دشنہ خدائے پاک کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں تو یہ بھی نہیں گوارا کرسکتا کہ میری رہائی کے بدلہ حضور ﷺ کے پائے مبارک میں ایک کانٹا بھی لگے۔ اس جواب کو سن کر کفار بھی بول اُٹھتے ہیں کہ ہم نے آج تک کسی کو ایسی محبت کرنے والا نہیں دیکھا، جیسی اصحابِ محمد، محمد سے کرتے ہیں۔

حضرت اُمِ عمارہؓ کو دیکھو ۹۰ سال کی ایک بوڑھی عورت ہے، جنگِ اُحد میں حضور کی وفات کی خبر سن کر بے چین ہوجاتی ہے، بڑھاپے کی وجہ سے چلنے کی طاقت نہیں ہے، مگر

لاٹھی ٹیکتے ہوئے مدینہ سے باہر نکل پڑتی ہے راستے میں خبر ملتی ہے کہ اُمِ عمارہ تیرا شوہر شہید ہوگیا، وہ کوئی توجہ نہیں دیتی پھر خبر ملتی ہے کہ تیرا بھائی بھی شہید ہوگیا، وہ پھر بھی حضور کے اشتیاق میں دوڑی چلی جاتی ہے پھر آگے جا کر خبر ملتی ہے کہ تیرا باپ بھی شہید ہوگیا، مگر وہ پھر بھی یہی کہتی ہے کہ مجھے محمد ﷺ کا دیدار کرادو اور یہ بتادو کہ آپ ﷺ کیسے ہیں؟

کہا چل کر دکھا دو مجھ کو صورت کملی والے کی
کہ ان تاریک آنکھوں کو ضرورت ہے اُجالے کی

اور جب حضور ﷺ پر نگاہ پڑی، تو بے اختیار چیخ اُٹھی: کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اے اللہ کے نبی! تیرے بعد ساری مصیبتیں میرے لیے ہیچ ہیں۔

سامعین کرام! کیا اس سے بڑھ کر محبت کا نمونہ پیش کیا جاسکتا ہے؟ کیا کسی کے پیروکاروں میں ایسی محبت کی مثال مل سکتی ہے؟ کیا کسی کے متبعین نے محبت کا یہ معیار قائم کر کے دکھایا ہے؟ نہیں، نہیں ہرگز نہیں

اس لیے ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہہ سکتے ہیں کہ ایسا شخص جس سے بے پناہ محبت کی جائے وہ محمد ﷺ ہی ہیں۔

اور آگے چلیے، اتھروید کا تیسرا منڈل اور ایک سوستائیسواں سُوکت دیکھیے اور منتر ۲۰ کا مطالعہ کیجیے، اَتھرو وید کہتا ہے:

ऐषा इषाय मामहे शतं निष्कान दश स्रज:
त्रीणं शतान्यर्वतां सहस्रा दश गोनाम्

اِے شَا اِشَائے مَامِہٖ شَتَمْ نِشْکَانَمْ دَشْ سَرْجَہٗ
تِرِیْدَنْ شَتَانْیُوْرْتَمْ سَہَرْسَا دَشْ گُوْنَامَہٗ

''یعنی نراشنس کا ایک نام مامہہ ہوگا اسے سو (۱۰۰) نِشک عطا کیے جائیں گے اسے دس مالائیں دی جائیں گی وہ دس ہزار (۱۰۰۰!) گائیوں والا ہوگا''۔

اب ذرا محمد ﷺ کو دیکھئے! اس کا ایک نام ماہہ، یعنی مہان ہوگا اور ایسا کون ہے، جو آپ کے نام کے ساتھ حضرت یا کوئی نہ کوئی مہان صفت نہ لگاتا ہو۔ معلوم ہوا وہ مہان نام والا کوئی اور نہیں حضرت محمد ﷺ ہی ہیں۔

اسے سو (۱۰۰) نِشک عطا کیے جائیں گے۔ نِشک سنسکرت زبان میں کہا جاتا ہے سونے کے سکوں کو۔

سونے کے سکے مصیبت کے وقت انسان کے کام آتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اس لیے یہاں سونے کے سکے بول کر ایسے لوگوں کو مراد لیا گیا ہے، جو مصیبت کے وقت کام آنے والے ہوں ذرا ایک نظر اصحابِ صُفّہ پر بھی ڈال لیجئے جو دینِ اسلام کو پھیلانے اور آپ ﷺ کی مدد کرنے کے لیے آپ کے در پہ آپڑے تھے اور تعداد میں بھی سو (۱۰۰) تھے، لہٰذا بلا تردد یہ کہا جا سکتا ہے کہ سو نِشک سے مراد یہی اصحابِ صفہ ہیں۔

پھر کہا گیا کہ نراشنس کو دس مالائیں دی جائیں گی۔

دس (۱۰) مالاؤں سے اشارہ ہے، ایسے دس آدمیوں کی طرف جو نراشنس کے گلے کے ہار کے مانند ہوں اور نراشنس انہیں چاہتے بھی ہوں۔

جب ہم حضرت محمد ﷺ کی زندگی کو دیکھتے ہیں، تو آپ کے اِردگرد بھی ہمیں ایسے دس (۱۰) آدمی نظر آتے ہیں جو آپ سے محبت رکھتے ہیں اور آپ ان سے محبت رکھتے ہیں اور وہ ہر وقت آپ کے آس پاس گلے کے ہار کے مانند جمے رہتے ہیں، جنہیں ہم اور آپ عشرہ مبشرہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اور پھر بتایا گیا کہ نراشنس دس ہزار (۱۰۰۰۰) گایوں والا ہوگا۔

سَنسکِرِت زبان میں لفظ ''گو'' یعنی گائے کا اطلاق کبھی کبھی ایسے شخص پر بھی کیا جاتا ہے، جو سیدھا سادھا بھولا بھالا اور کسی کو تکلیف دینے والا نہ ہو؛ چنانچہ جب ہم فتح مکہ کا نظارہ کرتے ہیں، تو ہمیں صحابہ تعداد میں بھی دس ہزار (۱۰۰۰۰) دکھائی دیتے ہیں اور اپنے کردار میں بھی شرافت و سادگی کا پیکر مجسم نظر آتے ہیں۔

اس لیے ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ دس مالاؤں والا اور دس ہزار گایوں والا محمد ﷺ کے سوا کوئی اور نہیں۔

اور جب ہم نراشنس کی سواری اور اس کی بیویوں کی تعداد کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اَتھرَ وَوید کا مَنڈَل نمبر ۲ سُوکت نمبر ۷ ۱۳ اور منتر نمبر ۲۰ ہمیں اس کی خبر دیتا ہے۔

چنانچہ اَتھرَ وَوِیدُ کہتا ہے:

उष्ट्रा यस्य प्रवाहजों वधुमनंतो द्विदर्श

اُشْٹرَا ایَسْیَے پرَ وَاھجُوْ وَدُھمَنْتوْ دِوِیْدَرْش

''کہ اس کی سواری اونٹ کی ہوگی اور اس کے بارہ بیویاں ہوں گی''۔

یہ شلوک بتا رہا ہے کہ نراشنس کی بعثت ایسے وقت میں ہوگی جب سواری کے لیے اونٹوں کا استعمال کیا جاتا ہوگا مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی، دوست ہی نہیں دشمن بھی، اپنے ہی نہیں پرائے بھی تمام کے تمام جانتے ہیں کہ محمد ﷺ کی سواری بھی اونٹ ہی تھی۔

اور رہی بات آپ کی بارہ (۱۲) بیویوں کی، تو تاریخ اس کی بھی صداقت کا اعلان کرتی ہے؛ چنانچہ گیارہ (۱۱) بیویاں تو آپ کی وہ تھیں، جن سے آپ نے باضابطہ طور پر نکاح فرمایا اور ایک بیوی ماریہ قبطیہ وہ تھیں، جن سے آپ نے باضابطہ نکاح تو نہیں کیا تھا لیکن وہ آپ کی باندی ہونے کی حیثیت سے اور آپ کے حرم میں رہنے کی وجہ سے حکماً آپ کی بیوی ہی تھیں اور انہی کے بطن سے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

چنانچہ یہ پیشن گوئی بھی کلی طور پر حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتی ہے۔

اور آگے چلیے اُٹھایئے اَتھرَ وَوِیدُ کھولیے مَنڈَل نمبر ۲ سُوکت نمبر ۳ اور دیکھیے مَنتْر ۲ وہاں نراشنس کی خوبصورتی اور تعلیم کو بیان کیا گیا؛ چنانچہ اَتھرَ وَوِیدُ کہتا ہے:

नराशंस प्रति धामान्यजन तिस्रो दिवः प्रतिमह स्वर्चि

نَرَاشَنْس پرَتِ دَھامَانْیےِ جَنْ تِرَسُوْ دِوَہ پرَتِمَہْ سُورَچ

''کہ نراشنس گھر گھر میں علم کو پھیلانے والا اور انتہائی خوبصورت ہوگا''۔

حضرات! قرآن کا مطالعہ کرتے جایئے اور اس کی آیات کو دل کے نہاں خانوں میں پیوست کرتے جایئے۔ قرآن جابجا محمد ﷺ کے وصفِ تعلیم کو بیان کرتا ہے ارشاد ہے:

"یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ"

(الجمعۃ:٦٢) کہ وہ قرآن کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کا مقصد ہی تعلیم وتربیت اور علم کی نشر واشاعت تھا، جیسا کہ خود آپ نے فرمایا: "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" (سنن دارمی: ص/٣٦٥) کہ مجھے بھیجا ہی اس لیے گیا تا کہ علم کی روشنی پھیلاؤں۔

اور آپ کی خوبصورتی کے تو کیا کہنے!

حضرت "جابرؓ" مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہیں، حضور ﷺ مٹی پر لیٹے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔ چودھویں رات کا چاند پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے، اب حضرت جابر کبھی چاند کو دیکھتے ہیں کبھی محمد ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہیں، کبھی اِس کو دیکھتے ہیں کبھی اُس کو دیکھتے ہیں اور بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں کہ محمد ﷺ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ حسین ہے۔

حضرت "عائشہ" رضی اللہ عنہا آپ کے حسن وجمال کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ اتنے حسین تھے کہ اگر اندھیری رات میں بند کمرہ میں داخل ہوتے، تو آپ کے حسن کی چمک سے کمرہ کی ہر چیز روشن ہوجاتی، حتیٰ کہ میں گری ہوئی سوئی کو اُٹھا لیتی تھیں؛ بلکہ ایک جگہ تو فرمایا کہ اہلِ مصر نے حسنِ یوسف کو دیکھ کر اپنی اُنگلیاں کاٹ ڈالی تھیں اگر وہ محمد ﷺ کے حسن کو دیکھ لیتیں تو اپنے دلوں کو کاٹ ڈالتیں۔

کیا ہے کوئی ایسا حسین جو محمد ﷺ کے حسن کا مقابلہ کر سکے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

برادرانِ وطن و برادرانِ اسلام! وہ تمام کی تمام پیشین گوئیاں اور بھوشیے وانیاں (भविष्यवाणियाँ) جو ویدوں میں اور ہندو دھرم کی دیگر کتابوں میں ہیں سو فیصد حضرت محمد عربی ﷺ پر صادق آتی ہیں، اگر آپ کو میری بات کا یقین نہ ہو تو دیکھئے اخبار قومی جنگ

اور پڑھیے رسول نمبر پنڈت ''وید پرکاش اُپادھیائے'' لکھتے ہیں اور بالکل بجا لکھتے ہیں کہ ''میرا کام صرف سچائی کو پہنچا دینا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جن احمد نام کی پیشین گوئی کی تھی'' اور وید ویاس جی نے جن کلکی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، ان کی گواہی دینا میرا کام ہے، عیسائی مانیں یا نہ مانیں؛ لیکن ہندو ضرور مانیں گے، کلکی اور حضرت محمد ﷺ کے سلسلے میں جو حقائق مجھ پر منکشف ہوئے ہیں انہیں دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ ہندو جن کلکی کے منتظر بیٹھے ہیں وہ آ بھی چکے ہیں اور وہ یقینی طور پر حضرت محمد ﷺ ہیں، لہٰذا ابھی نہ سہی؛ لیکن جب اس بات سے لوگوں کو واقفیت ہوجائے گی تب سب ہی اسے قبول کرلیں گے''۔

مگر افسوس صد افسوس!! کہ آج

نفرت کے دیے جل رہے ہیں
تعصب کے شعلے بھڑک رہے ہیں
جہالت کی گھٹائیں چھا رہی ہیں
انتشار و افتراق کی ہوائیں چل رہی ہیں
اتحاد و اتفاق کی چتائیں جل رہی ہیں
اور گلشنِ ہندی مقتلِ ہندی بن رہا ہے

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

یہ خاموشی کہاں تک لذت فریاد پیدا کر،
زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں

نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤگے اے ہندوستاں والو!!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اے ہندوستان کے رہنے والو! فرقہ پرست عناصر اور ملک دشمن طاقتیں پوری قوت

کے ساتھ باشندگانِ ہندوستان کے مابین نفرت گھول رہی ہیں، ہندو مسلم میں دُوری پیدا کرنے کے لیے سازشیں اور تدبیریں کر رہی ہیں، ناموافق حالات پیدا کرنے کی کوششیں کر رہی ہیں وہ یہ چاہتی ہیں کہ:

ہندو مسلم میں کبھی اتحاد نہ ہو سکے
ہندو مسلم کبھی ایک اسٹیج پر جمع نہ ہو سکیں
ہندو مسلم کبھی ایک دسترخوان پر کھانا نہ کھا سکیں
ہندو مسلم ایک دوسرے کے دُکھ درد کو نہ سمجھ سکیں

اور خاص طور سے یہ کہ ہندو مسلم ایک دوسرے کے مذہب کو نہ سمجھ سکیں

کیونکہ اگر دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا، آپس میں بھائی چارا اور امن وشانتی کو اپنا شیوہ بنالیا اور ایک دوسرے کے مذہب کو سمجھ لیا، اگر وہ یہ جان گئے کہ خدا اور ایشور ایک ہی ہے، اگر وہ یہ جان گئے کہ نبی و رسول رِشی و مُنی ایک ہی ہے، اگر انہیں پتہ چل گیا کہ مہاپرلے اور قیامت، پُنرجنم اور بعث بعد الموت ایک ہی ہے، اگر وہ اس بات سے واقف ہو گئے کہ نراشنس اور محمد، کلکی اور محمد ایک ہی ہیں تو یہ آپس کی دُوریاں ختم ہو جائیں گی۔

ہندو مسلم کے نام پر ایک دوسرے کا قتل وقتال بند ہو جائے گا۔
نفرت کے دیئے محبت کی روشنی پھیلانے لگیں گے۔
تعصب کے شعلے پیار کے پھول برسانے لگیں گے۔
عداوت کے اندھیرے محبت کے اُجالوں میں بدلنے لگیں گے۔

اور یہ فرقہ پرستوں کی حکومت کے لیے ناسور ہے، یہ ان کے لیے سمِ قاتل ہے، اس لیے وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپس میں لڑائی جاری رہے، آپسی دشمنی قائم رہے، آپس میں نفرت کی دیوار باقی رہے۔

حاضرینِ اجلاس!! آج ضرورت اِس بات کی ہے کہ امن وامان کو قائم کیا جائے، فرقہ پرستوں سے اس ملک کو پاک کیا جائے،

اور ہمارے دیش کی گنگا جمنی تہذیب کو زندہ کیا جائے،
اور مقتلِ ہندی کو پھر سے گلشنِ ہندی میں تبدیل کیا جائے،

کیونکہ

اگر ہمت کرے پھر کیا نہیں انسان کے بس میں
یہ ہے کم ہمتی جو بے بسی معلوم ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

گوشت خوری اور اسلام

لحمیاتی غذا کو جسمِ انسانی کے لیے مُضر بتایا جاتا ہے اور جن سائنسدان، محققین، فلاسفہ اور رہنما شخصیات نے گوشت خوری کی مذمت کی ہے اور اپنے آپ کو سبزی خور (Vegetarian) ظاہر کیا ہے ان کی بات کو دلیل بنایا جاتا ہے اور استدلال یوں کیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ حضرات سبزی خور تھے گوشت نہیں کھاتے تھے اس لیے عظیم اور مہان تھے۔

مگر یہ کوئی حقیقت یا سائنسی دلیل نہیں ہے جسے تسلیم کرلیا جائے، بلکہ ایک خوشنما دھوکہ ہے؛ کیونکہ اگر لحمیاتی غذا انسان کو خونخوار یا امن کا دشمن اور سبزیاتی غذا محققین یا امن پسند بناتی تو آج وہ لوگ جنہیں امن کا نوبل پرائز (انعام) عطا کیا گیا جیسے یاسر عرفات، انور سادات اور مدر ٹریسا وغیرہ اس انعام کے کبھی مستحق نہ ہوسکتے تھے؛ کیونکہ وہ سب کے سب گوشت خور تھے اور ہٹلر کی سبزیاتی غذا اسے لاکھوں یہودیوں کے قتل پر آمادہ نہ کرسکتی تھی؛ کیونکہ وہ گوشت خور نہیں بلکہ سبزی خور تھا۔

اور رہ گئی بات لحمیاتی غذا کے جسمِ انسانی کے لیے مضر ہونے کی تو دنیا کے پہلوانوں پر نگاہ ڈالیے ان میں آپ کو کچھ سبزی خور مل سکتے ہیں، مگر اکثریت ان لوگوں کی ملے گی جو گوشت خور ہیں آرنلڈ، جس نے باڈی بلڈنگ میں تیرہ مرتبہ عالمی ریکارڈ قائم کیا، باکسر محمد علی، جس نے باکسنگ کی دنیا میں پہلا مقام حاصل کیا اور مائک ٹائسن وغیرہ یہ سب کے سب گوشت خور تھے، بلکہ گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں درج شدہ اسماء والے کھلاڑیوں میں سے تقریباً نوے فیصد گوشت خور ہیں، اسی لیے ماہرینِ صحت کی حفظانِ صحت کے اُصولوں کے لیے تیار کی گئی کمیٹی امریکن کونسل آف سائنس اینڈ ہیلتھ کہتی ہے:

"A person need not abstain from meat, and be a vegetarian to have a healthy diet".

''یعنی کسی فرد کو اچھی صحت کے لیے گوشت سے اجتناب کرکے سبزی خور بننے کی ضرورت نہیں ہے''۔

گوشت خوری اور اسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ
الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ. أَمَّا بَعْدُ!
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی کَلَامِہِ الْمَجِیْدِ:
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
"اُحِلَّتْ لَکُمْ بَھِیْمَۃُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ" (المائدہ:١)
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

صدرِ جلسہ، معزز علمائے کرام اور قابلِ قدر سامعین عظام! مذہب اسلام میں جانوروں کو مارنا، انکا گوشت کھانا مطلقاً منع نہیں ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ اسلام میں گوشت خوری کی اجازت ہے؛ چنانچہ اسلام کے اسی نظریہ، اور اسلام کے اسی ضابطہ کو نشانہ بنا کر کچھ جاہل اور تعصب پرست لوگوں کی طرف سے بار بار رکیک اشکالات اور کمزور اعتراضات پیش کیے جا رہے ہیں اور برابر نفرت کا ماحول پیدا کر کے ملک کے حالات کو بگاڑنے کی مسلسل کوششیں کی جا رہی ہیں، اس لیے آج اس مسئلہ پر کچھ روشنی ڈالنے کی جسارت کر رہا ہوں تا کہ اعتراض کی سطحیت اور مذہب اسلام کی حقانیت واضح ہو جائے۔ دعا کریں کہ ربِّ کائنات مجھے صحیح صحیح کہنے اور ہم سب کو صحیح صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

حضرات! کچھ کم علم لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ:

اگر اسلام دینِ رحمت ہے، تو وہ جانوروں کو تڑپا تڑپا کر جان لینے کی ترغیب کیوں دیتا ہے؟

اگر اسلام امن وشانتی کا مذہب ہے، تو وہ جیو ہتیا کی تعلیم کیوں دیتا ہے؟

اگر اسلام خدائی قانون رکھتا ہے، تو وہ بے گناہ جانوروں کو مارنے پر ثواب کی بشارت کیوں سناتا ہے؟

اگر اسلام عفوودرگزر کی تعلیم دیتا ہے، تو وہ جانوروں پر ظلم کی اجازت کیوں دیتا ہے؟

بے گناہ جانوروں کو مارنا!!

کیا یہ جذبہ رحم کے خلاف نہیں ہے؟
کیا یہ سخت دلی اور کٹھورتا کا ثبوت نہیں ہے؟
کیا یہ امن وشانتی کو بھنگ کرنے کا ذریعہ نہیں ہے؟

سامعین باتمکین!

اگر معمولی سی توجہ اور تھوڑی سی غور وفکر کے ساتھ دیکھا جائے اور اس اعتراض کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے، تو یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہوجائے گی کہ یہ ایک کمزور اعتراض ہے، جس کے پیچھے کوئی علمی لیاقت نہیں، ایک بے بنیاد الزام ہے، جس کے پس پردہ کوئی دلیل نہیں؛ کیونکہ اگر عالمِ انسانی کا جائزہ لیا جائے اور دنیا بھر کے لوگوں کو دیکھا جائے، تو نوّے ۹۰ فیصد لوگ گوشت خوری کے قائل اور اس کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں، یہودی اور عیسائی مذہب میں قربانی اور گوشت خوری کے احکام بکثرت نظر آتے ہیں؛

بلکہ جو لوگ اس مسئلہ پر آواز اُٹھاتے ہیں، اس کو جیو ہتیا اور ہنسا بتاتے ہیں، خود انہیں کی دَھارمِک کتابوں میں گوشت خوری کے متعلق بے شمار احکام پائے جاتے ہیں، ان کی مذہبی کتابوں میں اگر ایک طرف جانور کو ذبح کرنے کی ہدایت ہے، تو دوسری طرف گوشت کو پکانے کا طریقہ بھی، اگر ایک طرف گوشت کھانے پر جنت کی خوشخبری ہے، تو دوسری طرف نہ کھانے پر جہنم کی دھمکی بھی ہے، اگر ایک طرف قربانی ذریعۂ ایصالِ ثواب ہے، تو دوسری طرف باعثِ نجات بھی ہے۔

الغرض ہر ہر قسم کی جزئی تفصیلات پر مشتمل احکامات وہدایات اس کثرت سے موجود ہیں کہ معمولی سی عقل رکھنے والا آدمی بھی جب ان منتروں کو پڑھے گا، تو بے ساختہ پکار اُٹھے گا کہ: گوشت خوری ہندو دھرم کے خلاف نہیں ہے۔

چنانچہ میں آپ کو لے چلتا ہوں ہندو دھرم کی عدالت میں جب ہم پوچھتے ہیں ہندو دھرم کی قانونی کتاب ''مَنُوسمرِتی'' سے کہ گوشت خوری جائز ہے یا ناجائز ہے؟ تو مَنُوسمرِتی ہمیں اَدھیائے نمبر ۵ شلوک نمبر ۳۰ پر یہ جواب دیتے ہوئے نظر آتی ہے کہ:

नान्ता दुष्यत्य दतधान्प्रासिनो इहन्यहन्यपि
धात्रैव सृष्ट हधाश्च प्रासिनो डत्तार एवचा।

نَانْتَا دُشْیَتْیے دَتْدَھانْ پِراسِنو اِیْھَنّے ھَنْیَپِیْ
دَھاتْرَیْوْ سِرَشْٹْ ہَدَھاشْچْ پِراسِنو ڈتّارْاوْچا

''کھانے کے لائق جانوروں کو کھانے والے کو دوش (گناہ) نہیں ہوتا؛
کیونکہ کھانے کے لائق جانور کو اور نہ کھانے والے جانور کو برہمانے پیدا کیا ہے''۔

اسی پر بس نہیں کہ گوشت کھانے والے کو گناہ نہیں ہوتا اور گوشت کھانے کی اجازت ہے؛ بلکہ معاملہ اس سے کہیں آگے ہے وِرہَدا اُپنشِد (۱۸/۴/۶) میں ہے کہ ''جو یہ چاہے میرا بیٹا مجلسوں میں فصیح اللسان اور سب ویدوں میں کامل عبور رکھنے والا ہو اور سو سال کی عمر والا ہو

اسے چاہیے کہ وہ اور اس کی بیوی بیل اور سانڈ کا گوشت پکا کر گھی اور چاول ملا کر کھائیں''۔

اور آگے چلیے! اٹھایئے ''بِرَہما وَیوُرَت پُران'' اور کھولیے ''کِیرتی کھنڈ'' مہادیو سنگہ نام کے راجہ کے بارے میں کہا گیا کہ: اس کے دورِ حکومت میں برہمنوں کو ہر روز گوشت دیا جاتا تھا''۔ بلکہ اگر کوئی گوشت نہیں کھاتا تو منوسمرتی اس کے لیے بھیانک سزا بیان کرتی ہے دیکھیے ادھیائے نمبر ۵ شلوک ۳۵ منوسمرتی کہتی ہے کہ:

''گوشت نہ کھانے والے کو اگلے جنم میں جانور بنا دیا جائے گا''۔

اسی طرح ''دِی ہسٹری اینڈ کلچر آف اِنڈِیَن پیپل'' (The history and culture of indian people) صفحہ ۵۷۹ پر مہابھارت کے حوالے سے مصنف لکھتا ہے کہ ''راجہ رَنتی دیو لوگوں کو گوشت پیش کرنے کے لیے روزانہ دو ہزار عام جانور اور دو ہزار گائیں مار رتا تھا''۔

''مہابھارت''، پُران، ''اُپنشِد'' اور ''منوسمرتی'' یہ ہندو دھرم کی مذہبی کتابیں ہیں جن میں سے چند اشلوک بطور نمونہ کے میں نے بیان کیے ہیں۔

حضرات! کیا یہ کتابیں ہندو دھرم کی اساس اور بنیاد نہیں؟

کیا ان میں لکھے ہوئے شلوک صحیح نہیں؟

کیا یہ کتابیں اسلام سے پہلے کی نہیں؟

کیا یہ کتابیں گوشت خوری کے مخالفین پر حجت نہیں؟

منکرین کے پاس ان سوالات کے جوابات نہ کل تھے نہ آج ہیں اور نہ آئندہ ہوں گے ان شاء اللہ۔

حاضرین گرامی! دھرم کی قید و بند سے آزاد اور مذہب کی نعمت سے بے بہرہ کچھ نادان الحاد و دہریت کا لبادہ اوڑھ کر خود کو روشن خیال اور ترقی یافتہ سمجھتے ہیں اور اسی خوش فہمی کی بنا پر وہ اپنی عقل کو مذہب پر مقدم رکھتے ہیں اور یہی راگ الاپتے رہتے ہیں کہ جیو ہتیا پاپ ہے، گوشت خوری ظلم ہے۔

لیکن اگر انصاف سے دیکھا جائے اور عقل کی ترازو میں اس کو تولا جائے تو یہ بات بالکل عیاں اور بیاں ہو جاتی ہے کہ جیو ہتیا پاپ نہیں، گوشت خوری ظلم نہیں، بلکہ فطرتِ انسانی کی ایک ناگزیر ضرورت ہے اور ایک ایسی حقیقت ہے جس کو جھٹلانا ناممکن ہے؛ بلکہ اس مسئلہ میں اختلاف کرنا درحقیقت خالقِ کائنات کے نظام سے اختلاف کرنا ہے؛ کیونکہ:

بلی کا چوہے کو مار کر اس کا گوشت کھانا خالقِ کائنات کا نظام ہے

کتے کا بلی کو مار کر اس کا گوشت کھانا خالقِ کائنات کا نظام ہے

شیر کا ہرن کو مار کر اس کا گوشت کھانا خالقِ کائنات کا نظام ہے

اس لیے مطلقاً گوشت خوری کا انکار کرنا یہ خالقِ کائنات کے نظام کا انکار کرنا ہے۔

اور اگر جیو ہتیا ظلم ہی ہے، تو پھر یہ ظلم صرف گوشت خوری تک ہی محدود کیوں ہے؟ اسی جذبۂ رحم کو اور آگے بڑھایئے، پھر یہ ظلم سرایت کر کے سبزیوں میں بھی پہنچتا ہے کیونکہ درختوں میں بھی جان ہوتی ہے، انہیں بھی بھوک پیاس لگتی ہے، انہیں بھی خوشی وغمی کا احساس ہوتا ہے؛ بلکہ ماہنامہ اُمنگ نئی دہلی اکتوبر ۱۹۹۹ء کے مطابق ہندوستان کے معروف ومشہور سائنس داں ڈاکٹر جگدِیش چندر بوس نے تو پردے پر انکشاف کر کے دکھایا تھا کہ: جب پیڑ پودھوں کو مارا جاتا ہے تو وہ روتے ہیں، بلکتے ہیں، چیختے ہیں، چلّاتے ہیں اور تڑپتے ہیں انہوں نے ان کی تڑپاہٹ کو بھی پردے پر ظاہر کر کے دکھایا تھا۔

اے انسانیت کے دعویدارو!! جذبۂ رحم کے علمبردارو!!

کیا درختوں کو کاٹنا جیو ہتیا نہیں ہے؟

کیا پودھوں کی جان لینا ہنسا نہیں ہے؟

کیا سبزیاں کھانا ظلم نہیں ہے؟

یقیناً ظلم ہے، سو فیصد ظلم ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ: یہاں ظلم زیادہ ہے، گوشت کھانے کے مقابلہ میں سبزی کھانے میں ظلم زیادہ ہے؛ کیونکہ ایک تو یہ ہے کہ ایسے آدمی کو مارا جائے جو بول سکتا ہے، چیخ سکتا ہے چلا سکتا ہے، اور اپنی دادرسی کے لیے فریاد بھی کر سکتا ہے اور

ایک یہ ہے کہ ایسے آدمی کو مارا جائے، جو گونگا ہے، نہ بول سکتا ہے، نہ چیخ سکتا ہے اور نہ ہی اپنی جان کی حفاظت کے لیے کسی کو آواز دے سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بولنے والے کی بہ نسبت گونگے کو مارنا زیادہ بڑا ظلم ہے، زبان والے کے مقابلہ میں بے زبان کو مارنا زیادہ بُرا ہے، تو ذرا غور کیجئے کہ جب جانور کو مارا جاتا ہے، تو اس کی آواز کو سب سنتے ہیں اس کی چیخ وپکار کو ہر فرد بشر سنتا ہے؛ لیکن جب پیڑ پودھوں کو کاٹا جاتا ہے، تو ان کی اس تڑپاہٹ کو کوئی نہیں سن پاتا۔

بتایئے کونسا ظلم زیادہ ہے؟ ہم مانساہاری لوگ تو صاحب زبان کو مارتے ہیں اور تم شاکاہاری لوگ بے زبان کو مارتے ہو۔

بتاؤ کون بڑا ظالم ہے؟

کون بڑا قاتل ہے؟

کون ہنسا کا پجاری اور اہنسا کا دشمن ہے؟

عزیزانِ گرامی! بات صرف یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی؛ بلکہ یہ جیو ہتیا دودھ میں بھی پائی جاتی ہے، پانی میں بھی پائی جاتی ہے، تیل میں بھی پائی جاتی ہے، شراب میں بھی پائی جاتی ہے؛ کیونکہ ان میں بھی چھوٹے چھوٹے جیو (کیٹانو) ہوتے ہیں جو ہماری نظروں سے تو اوجھل رہتے ہیں لیکن اگر دُوربین کا سہارا لیا جائے اور سُوکشم دَرشی کے ذریعہ دیکھا جائے تو صرف ایک گلاس میں آپ کو سینکڑوں کیٹانو ملیں گے۔

جو لوگ جیو ہتیا کو ظلم قرار دیتے ہیں، میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ:

اگر گوشت خوری ظلم ہے، تو سبزیاں کھانا چھوڑ دو!

اگر گوشت خوری ظلم ہے، تو دودھ پینا چھوڑ دو!

اگر گوشت خوری ظلم ہے، تو پانی پینا چھوڑ دو!

گوشت خوری کے مخالفین پہلے تو یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ: ہم پیڑ پودھوں کو اس لیے کھاتے ہیں کہ انہیں تکلیف نہیں ہوتی؛ لیکن آج یہ جواب غلط ثابت ہو گیا، آج یہ جواب

فیل ہوگیا اور ان کے فریب کا طلسم چکنا چور ہوگیا؛ کیونکہ آج وہ سائنس جس پر وہ ایمان لائے ہوئے ہیں اور جس کے قول وفعل کو وہ آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیتے ہیں وہ ان کی تردید کرتی ہے اور ان کی بات کو غلط قرار دیتی ہے۔

چنانچہ ایک امریکی سائنسداں نے ایک ایسی مشین ایجاد کی، جس سے وہ درختوں کی آوازوں کو سن سکے، پس جب بھی کسی درخت کو پیاس لگتی تو وہ بولنا شروع کر دیتا اور ان کی آواز کو سن کر وہ سائنسداں سمجھ جاتا کہ ان کو پیاس لگ رہی ہے۔

غور کرو!! جو درخت پانی کی پیاس سے بے چین ہو کر اپنے مالک کو آواز لگاتا ہے، کیا وہ اپنی جان نکالے جانے پر کوئی فریاد نہ کرتا ہوگا؟ الغرض جب انسان فطرت کی خلاف ورزی کرتا ہے اور خدائی نظام میں خلل پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ایسے ہی ناکامیاں، نامرادیاں، بربادیاں اور رُسوائیاں اس کا مقدر بن کر اُبھرتی ہیں۔

حضرات! اگر آپ انسان کے جسم کی ساخت اور اس کی بناوٹ پہ غور کریں گے تب بھی آپ کو گوشت خوری کا فلسفہ بخوبی سمجھ آجائے گا۔

جب ہم شاکاہاری جانوروں کو دیکھتے ہیں، تو ان کے دانتوں کی بناوٹ میں چپٹا پَن نظر آتا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان جانوروں کو گھاس پھوس کھانے کے لیے پیدا کیا گیا اور جب ہم مانساہاری جانوروں کو دیکھتے ہیں، تو ان کے دانتوں میں نوکیلاپن نظر آتا ہے جو اس بات کی خبر دیتا ہے کہ ان جانوروں کو گوشت کھانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

لیکن جب ہم انسان کو دیکھتے ہیں، تو اگر ایک طرف اس کے کچھ دانت ہمیں چپٹے نظر آتے ہیں، تو وہیں دوسری طرف کچھ دانت نوکیلے بھی نظر آتے ہیں، جو خود اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ: پیدا کرنے والے نے انسان کو شاکاہاری و مانساہاری دونوں طرح کا بنایا ہے۔

بلکہ اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ شاکاہاری جانور کے نظامِ ہضم میں صرف گھاس

پھوس کو ہضم کرنے کی صلاحیت ہے، وہ گوشت کو ہضم کرنے پر قادر نہیں اور مانساہاری جانور کے نظام ہضم میں صرف گوشت کو ہضم کرنے کی صلاحیت ہے، وہ گھاس پھوس کو ہضم کرنے پر قادر نہیں۔

لیکن انسان وہ مخلوق ہے کہ جس کے نظام ہضم میں گھاس پھوس اور گوشت دونوں کو مکمل طریقہ سے پچانے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے، جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خلاقِ عالم نے انسان کو شاکاہاری و مانساہاری دونوں طرح کا بنایا ہے۔

ان تمام حقائق وشواہد کی روشنی میں میں یہ بات علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ: گوشت خوری انسانی فطرت کے خلاف نہیں؛ بلکہ یہ انسانی زندگی کا ایک اٹوٹ حصہ ہے۔

اور لطف کی بات یہ ہے کہ جو لوگ اَہِنسا پَرمُو دھَرمَ (انصاف ہی سب سے بڑا مذہب ہے) کے پجاری ہوتے ہیں اور ''جیو ہتیا پاپ ہے'' کا نعرہ اَلاپتے ہیں دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ وہ بھی جب جوتا، چپل یا جیکٹ وغیرہ لینے کے لیے دکان میں داخل ہوتے ہیں، تو دکاندار سے چمڑے کی چیزیں طلب کرتے ہیں تو وہی بات ہوگئی کہ: گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حق و باطل میں تمیز کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اسلام اور تعددِ ازدواج

❁

اعتراض: جب مرد کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے تو عورت کو چار شوہروں سے کیوں منع کیا گیا؟

جواب: احکامِ خداوندی ہر چیز کی فطرت اور صلاحیت کے عین مطابق ہیں، مرد کو الگ فطرت پر پیدا کیا گیا اور عورت کو بھی ایک جداگانہ فطرت بخشی گئی۔ اگر ان دونوں پر تمام احکام کا نفاذ یکساں طور پر کر دیا جائے تو عورت کو ایسے شدید مسائل اور پیچیدہ معاملات سے دوچار ہونا پڑے گا جس کا کوئی حل نہیں ہے۔ ایک عورت ایک وقت میں فردِ واحد ہی کی زوجیت کو باعثِ سکون اور قابلِ ترجیح سمجھتی ہے؛ کیونکہ اگر بیک وقت عورت کے چار شوہر ہوں تو اس کی زندگی کسی بے بس، لاچار اور مجبور خاتون سے کم نہ ہوگی، اس لیے کہ چار شوہروں کی صورت میں عورت کو بے شمار پریشانیوں کا سامنا کرنا ہوگا، مثلاً:

(۱) ہر شب میں چار شوہروں سے شب باشی کرنا اور اگر باری مقرر کی جائے تو باری کے ایّام میں حیض آجانے پر باری والے شوہر کا اپنے حق کے حصول کے لیے بقیہ ایّام میں دیگر شوہروں سے لڑائی جھگڑا اور اختلاف کرنا۔

(۲) بچہ کی پیدائش پر باپ کی تعیین نہ ہونا اور اگر سائنسی تحقیقات سے کچھ تعیین بھی ہو جائے تب بھی اشتراکیت اور اختلاط کا شبہ علیٰ حالہٖ برقرار رہنا۔

(۳) کسی بھی شوہر سے انتساب نہ کر کے صرف ماں سے نسب ثابت کرنے کی صورت میں بچہ پر بن باپ کی اولاد ہونے کا ذلت و رسوائی کا داغ آنا، باپ کی شفقت سے محروم رہنا اور بچہ کا ذہنی طور پر مجرمانہ زندگی بسر کرنا۔

(۴) چاروں شوہروں کا کثیر تعداد میں حصولِ اولاد کا خواہشمند ہونے پر عورت کو ہمہ وقت پے بہ پے حمل، ولادت، رضاعت اور حضانت کی مشقت کو برداشت کرنا۔

یہ اور اِس قسم کی بے شمار وجوہات ہیں، جن کی بنا پر اسلام نے وقتِ واحد میں ایک عورت کو ایک ہی شادی کرنے کی اجازت دی۔

❁

اسلام اور تعددِ ازدواج

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی، وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ!
فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِي الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ:
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
فَانْکِحُوْا مَاطَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ
خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً. (النساء: ۳)
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

کچھ لوگ بوئے گل سے پریشاں ہیں آج کل
ہر چند ان سے کوئی عداوت نہیں مجھے
کہتا ہوں صاف صاف عزیزانِ محترم
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

جناب صدر، معزز علمائے کرام اور سامعین عظام! آج میں آپ حضرات کے سامنے مسئلہ تعدد ازدواج پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتا ہوں، نیز آپ سے عاجزانہ گزارش کرتا ہوں کہ ذہن ودماغ کو کسی بھی منفی یا مثبت پہلو سے آزاد رکھ کر گفتگو کو سماعت فرمائیں؛ تاکہ اسلام کی حقانیت آپ

کے ذہن میں پیوست ہو جائے اور میں آپ تمام حضرات سے پُرخلوص اُمید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ حق کو قبول کرنے میں ذرّہ برابر بھی تامل نہیں فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

سب سے پہلے ہمیں تعدد ازدواج کے معنیٰ اور مفہوم کو سمجھنا ہوگا، چنانچہ اگر مرد کی طرف نسبت کی جائے، تو تعدد ازدواج کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک مرد کا ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا اور اگر عورت کی طرف نسبت کی جائے، تو اب مطلب یہ ہوگا کہ ایک عورت کا ایک سے زیادہ شوہر رکھنا۔

جب آپ نے تعدد ازدواج کا معنیٰ سمجھ لیا، تو اب اس کا حکم بھی سنتے چلیے۔ چنانچہ اسلام کا ضابطہ یہ ہے کہ "ایک مرد ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے"، قرآن کہتا ہے:
"فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" کہ تم دو سے نکاح کرو، یا تین سے، یا چار سے (لیکن چار سے زیادہ کی اجازت نہیں)

لیکن مغربی مفکرین اور کچھ مشرقی مستغربین اسلام کے اس قانون کو زمانۂ جاہلیت کا قانون قرار دیتے ہیں، وہ اس قانون کو ظلم اور ناانصافی شمار کرتے ہیں، اسے ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور تہذیب وتمدن کے خلاف بتاتے ہیں اور اسلام کے عدل وانصاف پر مشتمل قانون کو جبر وتشدد اور ظلم وستم کا ناپاک لبادہ اوڑھانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سامعین باتمکین! جب ہم تاریخِ انسانی کا مطالعہ کرتے ہیں اور مذاہب عالم کا جائزہ لیتے ہیں، تو اسلام سے پہلے دنیا کی کوئی تہذیب، کوئی قوم، کوئی سماج، کوئی معاشرہ اور کوئی مذہب بھی تعدد ازدواج کا منکر نظر نہیں آتا؛ بلکہ دیگر اقوام وملل میں تعدد ازدواج کی کوئی حد بھی نظر نہیں آتی، ایک ایک آدمی سو سو اور ہزار ہزار بیویاں رکھتا ہوا دکھائی دیتا ہے؛ چنانچہ جب اسلام دنیا میں جنم لیتا ہے اور کفر وضلالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو رشد وہدایت کے اوج ثریا پہ پہنچانے کی ذمہ داری لیتا ہے، تو وہ دیگر احکام کے ساتھ ساتھ

یہ حکم بھی صادر فرماتا ہے کہ: ایک آدمی ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں نہ رکھے۔
تاریخ شہادت دیتی ہے زمین و آسمان گواہی دیتے ہیں کہ

وہ پہلا ضابطہ

وہ پہلا دین

وہ پہلا قانون

وہ پہلا دھرم

اور وہ پہلا مذہب

جو تعدد ازدواج کی حد بندی کرتا ہے اور چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کو حرام قرار دیتا ہے، صرف اور صرف مذہب اسلام ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ جب اسلام تعدد ازدواج کی حد بندی کرتا ہے، تو ایک سے زیادہ کی حد بندی کیوں نہیں کرتا، چار کی اجازت کیوں دیتا ہے؟ تو دراصل اُس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام انصاف پسند مذہب ہے، وہ افراط و تفریط کے مابین راہِ اعتدال پر گامزن رہنے والا ایک ایسا قانون پیش کرتا ہے،

جو ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہو

حکمتوں کو مدنظر رکھنے والا ہو

تقاضوں کی رعایت کرنے والا ہو

خواہشوں کو ملحوظ رکھنے والا ہو

اور مصلحتوں پر پورا پورا اُترنے والا ہو

چنانچہ جب ہم مردوں کی زندگی میں غور کرتے ہیں، تو ہمیں بعض آدمی ایسے بھی نظر آتے ہیں جو قوتِ شہوانیہ میں دیگر مردوں سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کی خواہش کی تسکین ایک عورت سے نہیں ہوسکتی اب اگر انہیں جائز طریقہ سے دوسری عورت کے پاس جانے سے روکا جائے گا، تو وہ ناجائز طریقے استعمال کریں گے، زنا اور حرام کاری کا ارتکاب کریں گے تقوے اور طہارت کو خیرباد کہہ کر نجاست و گندگی کو گلے لگالیں گے؛

اس لیے اسلام ایسا قانون پیش کرتا ہے کہ نفس کی تسکین بھی ہو جائے اور گناہ کا صدور بھی لازم نہ آئے، انسان کی حاجت کی تکمیل بھی ہو جائے اور پروردگار کے حکم کی تعمیل بھی۔
اور اگر ہم عورت کی زندگی میں غور کرتے ہیں تو عورت مختلف احوال میں گھری ہوئی نظر آتی ہے:

کبھی حیض کی حالت میں، تو کبھی نفاس کی حالت میں،
کبھی حمل کی حالت میں، تو کبھی ولادت کی حالت میں،
کبھی رضاعت کی حالت میں، تو کبھی حضانت کی حالت میں،

ذرا غور کیجئے! یہاں عورت کے لیے قدرتی موانع موجود ہیں؛ لیکن مرد کے لیے کوئی مانع نہیں، اب ان ایام میں مرد کی نگاہ ایک حسین وجمیل عورت پر پڑ جاتی ہے اور اس کی شہوت بھڑک جاتی ہے، تو اسے اپنی شہوت کی تسکین کے لیے دوسری عورت کا رُخ کرنا لابدی اور ضروری ہو جائے گا؛ لیکن اگر مرد کو دوسری اور تیسری بیوی سے روکا جائے اور اسے ایک بیوی کا پابند بنایا جائے، تو دنیا کا کونسا قانون ہے؟ جو اس کے تقوے وطہارت کی گواہی دے سکے، اس کی عفت وپاکبازی کو محفوظ رکھ سکے، اور اسے حرام کاری سے باز رکھ سکے۔
اور جب ہم سماج اور معاشرہ کے حالات پہ نگاہ ڈالتے ہیں تو وہاں بھی ہمیں مختلف حادثات رونما ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، جن میں زیادہ تر مرد گرفتار نظر آتے ہیں۔

بس حادثہ ہوتا ہے، مرنے والون میں زیادہ تعداد مردوں کی ہوتی ہے!
ریل حادثہ ہوتا ہے، مرنے والوں میں زیادہ تعداد مردوں کی ہوتی ہے!
جنگ کا موقع ہوتا ہے، مرنے والوں میں زیادہ تعداد مردوں کی ہوتی ہے!
جرم کرنے پر جیل جانے والوں میں زیادہ تعداد مردوں کی ہوتی ہے!
لاوارث پائی جانے والی لاشوں میں زیادہ تعداد مردوں کی ہوتی ہے!

تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ جاتی ہے اور عورتیں مردوں کی بہ نسبت زیادہ ہو جاتی ہیں اب وہ عورتیں جو مردوں کی تعداد سے زیادہ ہیں ان کی زندگی

گزارنے کی دو ہی صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ ایک مرد کی دوسری یا تیسری بیوی بن کر عفت وعصمت اور پاکدامنی کے ساتھ زندگی گزاریں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ بے شرمی وبے حیائی، حرام کاری اور غلط کاری کے ذریعہ اپنی ضرورت پوری کر کے زندگی بسر کریں۔

میں تعدداز دواج کے منکرین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بتاؤ اگر تمہاری بہن، بیٹی اس حالت میں مبتلا ہو جائے، وہ ایسے ملک میں قیام پذیر ہو جہاں مردوں کی تعداد کم ہو، وہ ایسے علاقہ میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہو جہاں عورتوں کی تعداد زیادہ ہو۔

توتم دونوں صورتوں میں سے کونسی صورت کو پسند کرو گے؟

کیا تم پہلی صورت چھوڑ کر دوسری صورت اختیار کرو گے؟

کیا تم بے شرمی وبے حیائی کو شرم وحیا پر ترجیح دو گے؟

کیا تم حرام کاری وبدکاری کو عفت وعصمت پر فوقیت دو گے؟

کیا تم ایک کی بیوی بنانے کے بجائے ہزار کی بیوی بنانے پر رضامندی کا اظہار کرو گے؟

اگر عقل وخرد کا جنازہ نہ نکلا ہوگا! اگر ذہن ودماغ پر تعصب کا پردہ نہ پڑا ہوگا! تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں، بلکہ قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ: ہر آدمی پہلی صورت کو پسند کرے گا اور پہلی ہی صورت کو ترجیح دے گا اور ہزار لوگوں کی داشتہ بنانے کے مقابلہ میں ایک مرد کی دوسری بیوی بنانے کو زیادہ بہتر خیال کرے گا۔

حضرات سامعین! آیئے ذرا اور آگے چلتے ہیں اور تخلیق خداوندی میں غور وخوض کرتے ہیں؛ چنانچہ اگر ایک عورت کا زچگی کی صلاحیت سے متصف ہونا بحکمِ خداوندی ہے، تو وہیں دوسری عورت کا بانجھ ہونا اور تولید پر قادر نہ ہونا بھی بحکمِ خداوندی ہے، اب اگر آدمی کے نکاح میں ایسی عورت آجاتی ہے، جو بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے اور شوہر اپنی نسل کو باقی رکھنا چاہتا ہے اور اولاد کا حصول چاہتا ہے تو اب مرد کے لیے دو ہی

صورتیں ہیں، یا تو وہ اس عورت کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے شادی کرے، یا اس عورت کی موجودگی میں ہی دوسری عورت سے شادی کرے۔

میں منکرینِ تعددازدواج سے پھر پوچھتا ہوں کہ آپ ایسے مرد کے بارے میں کیا مشورہ دیں گے؟ کیا آپ پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری عورت سے شادی کی اجازت دیں گے؟ یا پہلی بیوی کو طلاق دلوا کر پھر دوسری عورت سے شادی کی اجازت دیں گے؟

یقیناً آپ اپنے فلسفہ اور نظریہ کے مطابق اسے پہلی بیوی کو طلاق دینے کا ہی مشورہ دیں گے؛ لیکن

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں آخر کیوں؟

اس میں عورت کا قصور کیا ہے؟

اس میں عورت کا جرم کیا ہے؟

کیا اس عیب کو دُور کرنا عورت کے اختیار میں ہے؟

کیا بچہ کی پیدائش عورت کی قدرت میں ہے؟

اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے، تو وہ کونسا قانون ہے؟ وہ کونسا میزانِ عدل ہے؟ اور وہ کونسی انصاف کی ترازو ہے؟ جس کی بنا پر تم ایک بے گناہ عورت کو طلاق دلوانے پر ہٹ دھرمی دکھا رہے ہو۔

یہاں اس بات کی بھی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ عام طور پر اس اعتراض کو اس انداز سے پیش کیا جاتا ہے، جس سے یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ شاید اسلام چار شادیوں کو فرض ولازم قرار دیتا ہے؛ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ چار شادیوں کی صرف اجازت ہے، فرضیت ولزوم تو در کنار، ترغیب وتحریض کا بھی دُور-دُور تک کوئی وجود نہیں بلکہ اجازت بھی اتنی سخت شرط کے ساتھ ہے کہ ہر عام و خاص اس کی جرأت نہیں کرسکتا؛ چنانچہ ارشاد ہے: ''وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً'' یعنی چار شادیوں کی اجازت اس وقت ہے جب چاروں کے درمیان انصاف کرسکو اور اگر تم انصاف نہ کرسکو؛ بلکہ اگر انصاف نہ کرنے کا شبہ بھی پیدا ہوجائے،

تو پھر دوسری اور تیسری کی اجازت نہیں ہے؛ بلکہ ایک ہی بیوی رکھنے کی اجازت ہے۔

حضرات! عورت کی نفسیات کو عورت سے بہتر کون جان سکتا ہے؟ عورت کے حق میں کیا بہتر ہے یہ ایک عورت سے اچھا کون بتا سکتا ہے؟ عورت کس چیز کو روا رکھتی ہے اور کس کو ناروا یہ ایک عورت ہی بتا سکتی ہے؛ چنانچہ میں آپ کے سامنے ایک مشہور مغربی فاضلہ "مِسِز اینی بیسنٹ" (Mrs. Annie Besant) کی وہ شہادت پیش کرتا ہوں جو منکرینِ تعدد ازدواج کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے۔ چنانچہ اٹھایئے "دِی لائف اینڈ ٹیچنگ آف محمد" (The life and Teaching of Muhammad) اور کھولیے صفحہ ۳ وہ کہتی ہیں کہ: آپ کو ایسے لوگ ملیں گے، جو مذہب اسلام پر اس لیے تنقید کرتے ہیں کہ یہ محدود تعدد ازدواج کو جائز قرار دیتا ہے؛ لیکن آپ کو میری وہ تنقید نہیں بتائی جاتی جو میں نے لندن کے ایک ہال میں کی تھی، میں نے سامعین سے کہا تھا:

Monogamy with a blanded mass of prostitution was a hypocrisy and more degarding than a limited polygamy.

"ایک زوجگی کے ساتھ وسیع پیمانہ پر زنان بازاری کی موجودگی نفاق ہے اور محدود تعدد ازدواج سے زیادہ ذلت آمیز ہے اور پھر آگے چل کر وہ کہتی ہیں کہ: "یک زوجگی اور تعددِ ازدواج کے الفاظ نے لوگوں کو مسحور کر دیا ہے اور وہ مغرب میں عورت کی اس ذلت پر نظر ڈالنا نہیں چاہتے، جسے اس کے اوّلین محافظ سڑکوں پر صرف اس لیے پھینک دیتے ہیں کہ اس سے ان کا دل بھر جاتا ہے اور پھر کوئی ان کی مدد نہیں کرتا"۔

سامعین باتمکین! جو لوگ اس مسئلہ پر بہت زیادہ شور مچاتے ہیں اور اپنی نادانی سے اسلام پر کیچڑ اُچھالتے رہتے ہیں، وہ اپنے مذہب سے بھی ناآشنا ہیں، انہیں اپنے دھرم کا بھی کوئی گیان نہیں؛ کیونکہ اگر وہ ہندو دھرم کا مطالعہ کرتے، تو تعددِ ازدواج کا انکار نہ کر سکتے تھے؛ اس لیے کہ ہندو دھرم میں نہ صرف یہ کہ تعدد ازدواج کی ممانعت نہیں ہے؛

بلکہ اجازت ہے؛ بلکہ اور آگے بڑھ کر کہوں تو اجازت کے ساتھ ساتھ متعدد بیویوں والے مرد کے متعلقہ احکام بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ہندو دھرم کے قانون کی کتاب ''منوسرتی'' اٹھایئے اور کھولیے ادھیائے نمبر ۹ اور دیکھیے شلوک نمبر ۱۲۲:

''منوجی مہاراج'' کہتے ہیں کہ ''جس کی دو پتنیاں (بیویاں) ہیں اور چھوٹی پتنی سے لڑکا پہلے پیدا ہوا اور دوسری پتنی سے بعد میں تو ترکہ کی تقسیم اس طرح کرنی چاہیے''۔

اب ذرا مجھے بتاؤ! وراثت کی حقدار آدمی کی جائز اولاد ہوتی ہے یا ناجائز؟ یہاں دو بیویوں والے مرد کی اولاد کو ترکہ کا وارث بنایا جارہا ہے، جو دلیل ہے اس بات کی کہ ایک مرد کا دو بیویاں رکھنا ناجائز نہیں ہے؛ کیونکہ اگر ناجائز ہوتا تو ''منوجی مہاراج'' اس دوسری عورت کو اس آدمی کی پتنی نہ کہتے اور اس کے ناجائز بیٹے کو ترکہ کا وارث نہ بناتے۔

اور اسی کتاب کے ادھیائے نمبر ۹ شلوک نمبر ۱۸۳ میں کہتے ہیں کہ ''اگر ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں اور ان میں سے ایک صاحبِ اولاد ہو، تو باقی بھی صاحبِ اولاد ہوتی ہیں یہ ''منوجی'' کا حکم ہے''۔

شاید ''منوجی'' کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اگر ایک بیوی حقیقتاً صاحبِ اولاد ہو تو بقیہ بیویاں حکماً صاحبِ اولاد ہوتی ہیں۔

اور آخر میں مہابھارت کا وہ فیصلہ بھی سن لیجیے جو اس جھگڑے کو یکسر ختم کردیتا ہے، دیکھیے! مہابھارت کا ادھیائے نمبر ۱۶۰ اور شلوک نمبر ۳۶ مہابھارت میں کہا گیا کہ ''تعدد ازدواج کوئی گناہ نہیں ہے، ہاں بیبیوں کا اپنے شوہر کے واسطے فرض نہ نبھانا گناہ ہے''۔

میں اس پر مزید کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے بس اتنا کہوں گا کہ:

تم خود کے نیَم اور دھرم کو دیکھو
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پیغمبر اسلام اور تعددِ ازدواج

انگریز مصنف مسٹر بوڈلے (R.V.C Bodley) نے حضور ﷺ کے تعددِ ازدواج پر کیے جانے والے تمام اعتراضات کو غیر منصفانہ قرار دیتے ہوئے انصاف سے تنقید کی ہے وہ لکھتے ہیں:

محمد (ﷺ) کی ازدواجی زندگی کو نہ تو مغرب کے پیمانے سے جانچنے کی ضرورت ہے اور نہ ان رسوم وقوانین کے نقطۂ نظر سے جنہیں عیسائیت نے جنم دیا ہے، یہ لوگ نہ مغربی تھے اور نہ عیسائی، بلکہ وہ ایک ایسے ملک میں اور ایسے زمانے میں پیدا ہوئے تھے جبکہ ان کے اپنے ضابطۂ اخلاق کا ہی چلن تھا، اس کے باوجود امریکہ اور یورپ کے ضابطۂ اخلاق کو عربوں کے ضابطۂ اخلاق سے بہتر سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، مغرب کے پاس مشرق کو دینے کے لیے بہت کچھ ہے؛ لیکن اپنے طریقۂ زندگی کو بہتر اور اپنے ضابطۂ اخلاق کو اعلیٰ ثابت کرنے کے لیے تو انہیں ابھی بہت چھان بین کرنے کی ضرورت ہے، لہٰذا انہیں دوسروں کے مذہب وتمدن پر نکتہ چینی کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

(The messenger the life of Mohammad P:202-203 By R.V.C Bodley)

پیغمبرِ اسلام اور تعددِ ازدواج

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ.
أَمَّا بَعْدُ!

فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ كَلَامِهِ الْمَجِیْدِ:
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الاحزاب:۲۱)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

صدر جلسہ، اسٹیج پر موجود علمائے کرام اور سامعین ذی وقار! جب اسلام کا سورج سرزمین عرب کو عبور کرتا ہوا اسپین کے کھنڈرات اور افریقہ کے جنگلات تک جا پہنچا اور اپنی آفاقیت وہمہ گیریت کی داد وصول کرتا ہوا لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرنے لگا، تو دشمنانِ اسلام کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی اور اسلام اور پیغمبرِ اسلام کو بدنام کرنے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے اپنائے جانے لگے اور بغض وعناد کی حد تو اس وقت ہوگئی، جب آپ ﷺ پر الزام لگانے میں بہت سے کم ظرف انسان پستی کے اس مقام تک جا پہنچے، جہاں ابوجہل بھی نہ پہنچ پایا تھا؛ چنانچہ کبھی آپ کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لیے ''رنگیلا رسول'' نامی کتاب لکھی گئی اور کبھی آپ کی ذات کو مطعون کرنے کے لیے آپ ﷺ پر ہوس پرستی کا الزام لگایا گیا۔

اور گستاخانِ رسول نے آپ ﷺ کی شان میں وہ ناپاک الفاظ استعمال کیے، جنہیں سن کر کلیجہ کانپ جاتا ہے، بدن لرز اُٹھتا ہے اور زبان قوت گویائی کھو بیٹھتی ہے؛ لیکن آج محمد ﷺ کا ایک ادنیٰ غلام آپ کے غلاموں کا غلام آپ کا دفاع کرنے آیا ہے، آپ کا کردار دنیا کو دکھانے آیا ہے، آپ کی سیرت طیبہ کو اُجاگر کرنے آیا ہے، اگرچہ میری یہ حیثیت نہیں کہ میں آپ ﷺ کا دفاع کرسکوں، آپ ﷺ کے کردار پر کچھ لب کشائی کرسکوں، یا آپ ﷺ کی سیرت کے اتھاہ سمندر میں غوطہ لگا سکوں؛ کیونکہ جہاں ایک طرف حضرت ''ابودجانہ ؓ'' اپنی پیٹھ کو ڈھال بنا کر اور دوسری طرف حضرت ''طلحہ ؓ'' اپنے بازو کو تلوار بنا کر حضور ﷺ کا دفاع کرنے والے ہوں، وہاں مجھ جیسے گناہ گار کی کیا اوقات ہے اور جہاں خود احکم الحاکمین رب العالمین اپنے کلام معجز میں آپ ﷺ کی سیرت کو بیان کرے، وہاں مجھ جیسے سیاہ کار کی کیا بساط ہے؛ لیکن پھر بھی میں کتاب خداوندی کے نور اور عاشقانِ نبی کے نشانِ قدم سے منزل کا راستہ طے کرتے ہوئے کچھ جھجکتے، کپکپاتے، لڑکھڑاتے اور ہچکچاتے ہوئے نبی کے کردار پر کیے جانے والے **حملوں کا** جواب دینے کی جسارت کررہا ہوں۔۔۔جی ہاں!

وہ الزام جو 'عقبہ بن اُبی معیط' جیسے گستاخ کے ذہن میں بھی نہیں آیا تھا

وہ اعتراض جو 'ابوجہل' جیسے بدبخت کے دماغ میں بھی نہ آیا تھا

وہ بہتان جو کفارِ مکہ جیسے کٹّر دشمن بھی نہ لگا سکے تھے

وہ اتہام جو نبی کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچنے والے، پتھر مار مار کر نبی کے جوتوں کو خون سے بھر دینے والے، نبی کو شاعر، کاہن، مجنوں اور دیوانہ جیسے الزامات سے متصف کرنے والے شریر وخبیث لوگ بھی نہ کرپائے تھے

وہ عیاشی کا الزام مغربی مفکرین نے لگایا ہے، وہ ہوس پرستی کا بہتان جدید دور کے انصاف کے علمبرداروں نے تراشا ہے، اور وہ شہوت رانی کا اتہام دنیا کو مستشرقین نے دیا ہے۔

افسوس صد افسوس! آج اس نبی پر ہوس پرستی کا الزام لگایا جاتا ہے، جو ساری دنیا کو پاکیزگی کی تعلیم دینے آیا تھا۔

آج اس نبی پر عیاشی کا بہتان تراشا جاتا ہے، جو ساری دنیا کو عفت و عصمت کا پاٹھ پڑھانے آیا تھا۔
آج اس نبی پر شہوت رانی کی تہمت کو چسپاں کیا جاتا ہے، جو ساری دنیا سے شہوت کو مٹانے آیا تھا۔
آج اس نبی کی سیرت پہ اعتراض کیا جاتا ہے، جو ساری دنیا کے لیے اُسوۂ حسنہ بن کر آیا تھا۔
آج اس نبی کے کردار پہ اعتراض کیا جاتا ہے، جو ساری دنیا کے لیے نمونہ بن کر آیا تھا۔
اور آج اس نبی کو انسانیت کا دشمن بتایا جاتا ہے، جو پوری دنیا کی انسانیت کے لیے رحمت بن کر آیا تھا۔

حضرات! سب سے پہلے میں آپ کے سامنے تعدد ازدواج کے بارے میں مختلف مذاہب کا فیصلہ سناؤں گا اور پھر کچھ وہ وجوہات بیان کروں گا جن کی وجہ سے نبی علیہ ﷺ نے متعدد عورتوں سے نکاح فرمایا تھا؛

چنانچہ جب ہم مختلف مذاہب کی تعلیمات اور مذہبی قوموں کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں، تو تمام مذاہب تعدد ازدواج کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں اور تمام قوموں میں تعدد ازدواج کا رواج پایا جاتا ہے؛ چنانچہ

جب ہم مذہب یہود کو دیکھتے ہیں، تو حضرت موسیٰؑ کے متعلق یہودی یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں: کہ اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نہیں اُٹھا جس سے خدا آمنے سامنے آشنائی کرتا اور یہی وہ حضرت موسیٰ ہیں، جن کے متعلق ''تورات'' ہمیں بتاتی ہے کہ ان کی چار بیویاں تھیں۔

اور جب ہم مذہب نصاریٰ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ان کے مذہبی پیشوا حضرت ''عیسیٰؑ'' کنوارے نظر آتے ہیں؛ لیکن حضرت ''داوٗدؑ'' کے بارے میں ''بائبل'' بلا کسی نکیر کے بیان

کرتی ہے کہ: ان کی نو بیویاں اور دسیوں سے زیادہ باندیاں تھیں۔

حضرت ''ابراہیمؑ'' جو تمام مذاہب کے پیشوا اور مقتدا ہیں جن کو یہودی بھی مانتے ہیں، عیسائی بھی مانتے ہیں، مسلمان بھی مانتے ہیں، ان کے بارے میں کتاب پیدائش ہمیں بتاتی ہے کہ ان کی بھی تین بیویاں تھیں۔

اس کے بعد جب ہم ہندو دھرم کا مطالعہ کرتے ہیں، تو مہابھارت ہمیں بتاتی ہے کہ ''رام چَندر جی'' کے والد ''راجہ دَشرَتھ'' کی تین بیویاں تھیں۔ ''شری کرِشن'' کے والد ''وَاسُودِیو'' کی چار بیویاں تھیں اور خود ''شری کرشن'' کی تو ۱۶۱۰۸ بیویاں تھیں۔

او نبی کی عزت پہ بٹہ لگانے والو! نبی کے دامنِ عفت کو چاک کرنے کی کوشش کرنے والو! کیا حضرت ''موسیٰ'' پر بھی وہی الزامات لگاؤ گے جو حضور ﷺ پر لگاتے ہو؟

کیا حضرت ''داوٗدٗ'' و حضرت ''ابراہیم'' پر بھی انہیں اتہامات کی بوچھار کرو گے جو حضور ﷺ پر کرتے ہو؟ کیا ''رام چندر جی'' کے والد اور ''شری کرشن'' کے بارے میں بھی وہ بہتان تراشیاں کرو گے جو حضور کی شان میں کرتے ہو؟ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ تم اس کے لیے کبھی تیار نہ ہوں گے اور میں تم سے اس کا مطالبہ بھی نہیں کر رہا ہوں؛ لیکن

اگر تم تعصب سے پاک ہو
اگر تم نفرت سے پاک ہو
اور اگر تم انصاف پسند ہو

تو انصاف کا تقاضہ اور انسانیت کی پہچان یہ ہے کہ تم حضرت ''محمد'' ﷺ کے متعلق بھی تعددِ ازدواج کے سلسلے میں وہی اعلیٰ رائے قائم کرو جو اپنے بزرگوں اور پیشواؤں کے حق میں کرتے ہو، اور میں یہودی، عیسائی، ہندو تمام ہی لوگوں سے اپیل کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخانہ لفظ کہنے سے ایسے ہی رُک جائیں جیسے وہ حضرت ''ابراہیم''، حضرت ''موسیٰ''، حضرت ''داوٗدٗ'' اور ''رام چندر جی'' و ''شری کرشن جی'' کے بارے میں رُک گئے ہیں۔

شمعِ نبوت کے پروانو! عشقِ محمدی کے دیوانو! ختمِ نبوت کے پاسبانو! اب میں آپ کے سامنے ان وجوہات کی ایک جھلک پیش کرتا ہوں، جن کی بنا پر حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیے۔ چنانچہ جب ہم نبی کی پاکیزہ زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں تو آپ کی زندگی کے شروع کے پچیّس ۲۵ سال تجرد اور کنوارے پن کی حالت میں گزرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، جس نوجوان نے جوشِ جوانی اور عنفوانِ شباب کا مکمل زمانہ کمالِ تقوی اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا ہو اور جس کے تقویٰ وطہارت، امانت ودیانت، شجاعت و بسالت اور حسن وجمال کے پیکر مجسم نے ایک سے ایک خوبصورت وخوب سیرت عورت کو اس سے نکاح کا آرزومند کردیا ہو، پھر بھی پچیّس ۲۵ سال تک اس کا کنوارا رہنا اور عورتوں کی طرف دل میں کوئی رغبت پیدا نہ ہونا، کیا اس کی پاکیزہ طبیعت کی اعلیٰ دلیل نہیں؟

پچیّس ۲۵ سال کنوارے پن میں گزرتے ہیں اور پچیّس ۲۵ سال کے بعد بھی جب شادی کرتے ہیں تو ایک ایسی عورت سے جو عمر رسیدہ ہے،

جو آپ سے پندرہ ۱۵ سال بڑی ہے،

جو شادی شدہ ہے،

جو دو شوہروں کی بیوہ ہے،

جو کئی بچوں کی ماں بن چکی ہے،

پھر پچیّس ۲۵ سال سے پچاس ۵۰ سال تک کا طویل عرصہ ایک ہی بیوی حضرت ''خدیجہ'' رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزرتا ہے اور جب حضرت خدیجہ کا پیسٹھ ۶۵ برس کی عمر میں انتقال ہوجاتا ہے اور آپ ﷺ کی عمر مبارک پچاس ۵۰ برس کی ہوجاتی ہے تب جاکر آپ دوسرا نکاح حضرت ''سودہ'' بنتِ ''زمعہ'' سے کرتے ہیں، پھر وقتاً فوقتاً اور دوسرے نکاح کرتے ہیں۔

''دارمی'' میں حضرت ''سہل بن سعد'' کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَالِيَ فِي النِّسَاءِ حَاجَةٌ'' کہ مجھے عورتوں کی کوئی حاجت اور خواہش نہیں اس کے

باوجود آپ کا متعدد نکاح فرمانا اس بات کی خبر دیتا ہے کہ آپ کا مقصد نکاح سے جماع یا صحبت نہیں تھا؛ بلکہ آپ کا ہر نکاح بے شمار فوائد و منافع اور لاتعداد حکمتوں و مصلحتوں پر مبنی ہوا کرتا تھا۔

کبھی تعلیم و تعلّم کے لیے،

کبھی عداوت کو رفاقت میں بدلنے کے لیے،

کبھی دشمنانِ اسلام کو پاسبانِ اسلام بنانے کے لیے،

کبھی باطل رسم کو مٹانے کے لیے،

کبھی لوگوں کو غلامی سے نجات دلانے کے لیے،

کبھی نصاریٰ کے غلط عقیدہ کی اصلاح کے لیے، چنانچہ

حضرت ''صفیہؓ'' کے نکاح کو دیکھو کہ نکاح سے پہلے جب جب کفار مسلمانوں پر حملہ کرتے تو چھپ کر یا کھل کر یہود ان کا ساتھ دیتے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کرتے لیکن نکاح کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شریک ہوتے ہوئے دکھائی نہیں دیتے۔

یہود کی عداوت کو رفاقت میں بدلنے کے لیے کیا یہ نکاح ضروری نہ تھا؟

حضرت ''اُمِّ حبیبہؓ'' کے نکاح کو دیکھو کہ نکاح سے پہلے ان کا باپ ''ابوسفیان'' مسلمانوں کا سخت مخالف اور نبی کا کٹر دشمن نظر آتا ہے، جنگِ اُحد میں اہلِ مکہ کا مقتدا اور غزوۂ احزاب میں قریش کا رہنما دکھائی دیتا ہے؛ لیکن نکاح کے بعد یہی ''ابوسفیان'' نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے خلاف فوج کشی سے رُک جاتا ہے؛ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مسلمان ہو جاتا ہے۔

کیا یہ نکاح اس وقت کی عظیم مصلحت اور اس زمانہ کی اہم ترین ضرورت نہ تھا؟

حضرت ''میمونہؓ'' کے نکاح کو دیکھو کہ وہ اہلِ نجد جو نکاح سے پہلے مسلمانوں کے خون کے پیاسے اور امن کے دشمن تھے، جنہوں نے ستر ۷۰ صحابہ کو دھوکہ دے کر شہید کیا تھا، وہی اہلِ نجد نکاح کے بعد اسلام کے پھیلانے والے بن جاتے ہیں۔

کیا یہ نکاح اپنے اندر عظیم مقصد لیے ہوئے نہیں تھا؟

حضرت ''جویریہ'' کے نکاح کو دیکھو کہ نکاح سے پہلے پورا قبیلہ بنو مصطلق حتی کہ خود ان کا باپ بھی رہزنی اور ڈکیتی کے پیشے میں ملوث نظر آتے ہیں؛ لیکن نکاح کے بعد پورا قبیلہ قزاقی چھوڑ کر شرافت و پاکیزگی کی زندگی اختیار کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور جب اس نکاح کی خبر صحابہ کو ملتی ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ: بنو مصطلق تو اب حضور ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہو گئے اس لیے اس قبیلہ کی جو لونڈی اور غلام کسی کے پاس ہو، تو وہ اس کو آزاد کر دے؛ چنانچہ اس نکاح کی بدولت سینکڑوں آدمی آزاد کر دیے گئے۔

پورے قبیلے کو رہزنی اور ڈکیتی سے بچانے کے لیے اور سینکڑوں لوگوں کو غلامی سے نجات دلانے کے لیے کیا یہ نکاح ضروری نہ تھا؟

حضرت ''زینب بنتِ جحش'' کے نکاح کو دیکھو کہ ان کے نکاح کی بدولت مشرکین کی تبنیت کی رسم چکنا چور ہوتی ہے اور یہ اتنی بڑی اصلاح تھی کہ مشرکین کی اصلاح اس کے بغیر نا ممکن تھی۔

اتنی زبردست اصلاح پر مشتمل ہونے کے باوجود کیا یہ نکاح ضروری نہ تھا؟

غور کیجیے! کیا ان اعلیٰ مصالح پر مشتمل نکاح محض خواہشِ نفس کی تکمیل کے لیے اور اپنی شہوت کی تسکین کے لیے کیے جا سکتے تھے؟ ہرگز نہیں؛ لیکن اگر آنکھوں پر نفرت کی پٹی بندھی ہو، کانوں پر تعصب کے پردے پڑے ہوں اور دل و دماغ پر ہٹ دھرمی کا بھوت سوار ہو، تو ہزار فوائد بیان کر دیے جائیں، لاکھوں حکمتیں بتا دی جائیں اور کروڑوں منافع سے آگاہ کر دیا جائے، تب بھی سب کا سب بے سود ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

حضرات سامعین! امی ''عائشہ صدیقہ'' رضی اللہ عنہا کے نکاح کو لے کر بہت زیادہ ناروا

اشکالات اور ناپاک اعتراضات کیے جاتے ہیں، العیاذ باللہ، ثم العیاذ باللہ کبھی آپ ﷺ اور حضرت ''عائشہ '' کے رشتۂ ازدواج کو باپ بیٹی کے رشتہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی اپنے ناپاک مضامین میں ترپن ۵۳ سالہ خونخوار مرد اور نو ۹ سالہ بے بس بچی کے عنوان سے سرخی قائم کی جاتی ہے اور اس پروپیگنڈہ کو دنیا کے سامنے اس شدت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ کچھ کمزور عقیدہ والے مسلمان بھائیوں کے ذہن ودماغ میں بھی کچھ شکوک وشبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

مگر کتنی عجیب بات ہے کہ لوگ شیشے کا گھر بنا کر دوسروں پر پتھر پھینکتے ہیں ''منوسمرتی'' کو دیکھئے نکاح کی عمر کے بارے میں کیا قانون بتاتی ہے: چنانچہ ادھیائے نمبر ۹ شلوک نمبر ۹۴ میں موجود ہے کہ ''چوبیس سال کا لڑکا اور آٹھ برس کی لڑکی کا وِوَاہ (نکاح) کیا جائے''۔

جن کے دھرم میں آٹھ سال کی لڑکی کے نکاح کا حکم دیا جا رہا ہے، وہ نو سالہ لڑکی کے نکاح پر اعتراض کر رہے ہیں: بہر حال میں مختصر لفظوں میں اس نکاح کی حقیقت بیان کرتا ہوں اور اس مقصد کی منظر کشی کرتا ہوں جس کے حصول کے لیے یہ نکاح کیا گیا تھا۔ آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ آپ ﷺ سارے انسانوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجے گئے، جیسا کہ قرآن کہتا ہے ''اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا'' کہ ''آپ کو تمام انسانوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا''

بچوں کی طرف بھی
بوڑھوں کی طرف بھی
جوانوں کی طرف بھی
مردوں کی طرف بھی
عورتوں کی طرف بھی

اور جب ہم آپ ﷺ پر ایمان لانے والے مردوں اور عورتوں کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں، ان کے سوال کا طریقۂ کار دیکھتے ہیں، علم حاصل کرنے کا شوق، اور مسائل

معلوم کرنے کی رغبت سے واقفیت حاصل کرتے ہیں، تو ہمیں جس طرح مرد اس کام میں آگے آگے دکھائی دیتے ہیں، اسی طرح عورتیں بھی ان کے ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں۔

چنانچہ زمانۂ نبوت میں کچھ عورتیں تو وہ تھیں جو کافی عمر رسیدہ تھیں اور وہ براہِ راست اللہ کے رسول ﷺ سے آکر مسئلہ دریافت کر لیتی تھیں اور کچھ عورتیں وہ تھیں جو عمر رسیدہ نہیں تھیں، یا عمر رسیدہ تو تھیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ﷺ سے براہِ راست مسئلہ پوچھنے میں حجاب محسوس کرتی تھیں جس کی وجہ سے وہ عورتیں ازواجِ مطہرات سے پوچھ لیتی تھیں، یا ازواجِ مطہرات کے واسطے سے حضور سے پوچھ لیتی تھیں، لیکن کچھ عورتیں یعنی بچیاں ایسی بھی تھیں جو کم عمر تھیں جو ابھی سنِ بلوغ کو پہنچی تھیں یا پہنچنے کے قریب تھیں اور یہ بچیاں اپنے مخصوص مسائل طہارت و پاکیزگی کے مسائل شرم کی وجہ سے نہ تو اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھ سکتی تھیں اور نہ ازواجِ مطہرات سے پوچھ سکتی تھیں؛ کیونکہ تمام ازواج مطہرات عمر رسیدہ تھیں اور ایک چھوٹی بچی جس کی عمر ابھی آٹھ ۸، دس ۱۰ سال ہے، وہ اپنی فطری شرم وحیا کی وجہ سے اپنے سے دُگنی عمر کی عورت سے مسئلہ پوچھنے میں شرم محسوس کرے گی۔

ان بچیوں کو دین سکھانے کے لیے، ان کو شریعت کے احکام واضح انداز میں بتانے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے انہی کی ہم عمر ایک ایسی لڑکی کا انتخاب کیا،

جو اعلیٰ درجہ کی ذہانت والی اور خداداد قابلیت والی تھی،

باتوں کو یاد رکھنے والی اور مسائل کو سمجھنے والی تھی،

جو مزاجِ نبوت کو پہچاننے والی اور کردارِ نبوت کو امت تک پہنچانے والی تھی،

جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت ”عائشہ صدیقہ“ رضی اللہ عنہا ہے۔

پھر اگر کوئی یہ کہے کہ: اس کے لیے نکاح کی کیا ضرورت تھی یہ تعلیم وتعلم تو بلا نکاح کے بھی ہو سکتا تھا، تو یہ بات اس لیے مردود ہے کہ حیض ونفاس کے جو مسائل، حمل اور ولادت کے جو مسائل ایک بیوی اپنے شوہر سے معلوم کر سکتی ہے دنیا کا کوئی رشتہ ایسا نہیں جو اس معاملہ میں اس رشتہ کا مقابلہ کر سکے۔

حضرات! آپ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی فقر وفاقہ اور تنگ دستی میں گزری، تو ذرا غور کیجئے کہ عسرت در عسرت میں کثرتِ ازواج امتحان وابتلاء کی منزل تھی یا سامانِ تعیش کی، آج بھی اگر اولاد کی کثرت ہو جائے اور فقر وفاقہ کی حالت ہو، تو انسان اپنے لختہائے جگر کی بھی موت کی تمنا کرنے لگتا ہے؛ اس لیے ہم علی الاعلان یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ: نبی کی کثرتِ ازواج کوئی قابلِ اعتراض مسئلہ نہیں ہے؛ بلکہ یہ نبی کے ان مجاہدات میں سے ہے جو ساری دنیا کے لیے قابلِ رَشک اور امتِ محمدیہ کے لیے باعثِ فخر ہے؛ لہٰذا یہ کہنا کہ: آپ نے متعدد نکاح حظ نفس یا عیش پرستی کے لیے کیے تھے ایک ایسا الزام ہے کہ جس کی تردید خود آپ کے دشمن کفار مکہ کرتے ہیں اور آپ کے تعدد ازدواج کا مقصد حظ نفس یا عیش کوشی ہو بھی کیسے سکتا ہے۔

ارے وہ ذات، جس کے گھر میں دو دو مہینے چولہا نہ جلتا ہو!

ارے وہ ذات، جس کی زندگی کا گزر بسر پانی اور کھجور پر ہوتا ہو!

اور وہ ذات، جس کا دن مسجد میں اور رات مصلّے پر گزرتی ہو!

ارے وہ ذات، جس کی شب بیداری اس کے پاؤں پہ ورم پیدا کر دیتی ہو!

ارے وہ ذات، جس کے گھر کی بے سر وسامانی کا نقشہ دیکھ کر عمر جیسے مخلص کی آنکھوں میں آنسو بھر جاتے ہوں!

ارے وہ ذات، جس کا اوڑھنا اور بچھونا ٹاٹ اور اون کا ہو!

ارے وہ ذات، جس کی زندگی کا بڑا حصہ میدانِ جہاد کی مشقت میں گزرا ہو!

وہاں حظ نفس تو دُور کی بات ہے حظ نفس کا تصور بھی محال ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں احقاقِ حق وابطالِ باطل کے لیے قبول فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

کیا اسلام تلوار سے پھیلا ہے؟

ڈاکٹر رویندر ناتھ ٹیگور کہتے ہیں:

"وہ وقت دُور نہیں جب اسلام اپنی ناقابلِ انکار صداقت، اور روحانیت کے ذریعہ سب کو اپنے اندر جذب کر لے گا اور وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے جبکہ اسلام دوسرے مذاہب پر غالب آجائے گا"۔

کیا اسلام تلوار سے پھیلا ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَبْدَعَ الْأَفْلَاکَ وَالْأَرَضِیْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ:۲۵۶)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

جناب صدر، معزز علمائے کرام و دانشورانِ عظام اور برادرانِ وطن و برادرانِ اسلام!

جب تاجدارِ بطحاء نے فاران کی چوٹیوں سے نغمۂ توحید سنایا اور کفرستان میں وحدانیت کا پیغام پہنچایا، تو دوست دشمن بن گئے، اپنے پرائے ہوگئے، امین کہنے والے رہزن کہنے لگے، آپ پر جان چھڑکنے والے آپ کی جان کے دشمن ہو گئے۔

اور جوں جوں اسلام کی روشنی پھیلنے لگی اور اس کے مخالفین و معاندین کی تدبیریں ناکام اور کوششیں اکارت ہونے لگیں۔

اور جیسے جیسے اسلام کی اشاعت میں ترقی ہونے لگی اور اسلام پوری برق رفتاری کے ساتھ عالم میں پھیلنے لگا ویسے ویسے شمع اسلامی کو بجھانے کے لیے نت نئی تدبیریں اور جدا جدا اسکیمیں بنائی جانے لگیں؛ لیکن اسلام بڑھا اور بڑھتا چلا گیا اسلام پھیلا اور پھیلتا

چلا گیا اور اس تیزی سے پھیلا کہ تیئس ۲۳ ربرس کی قلیل مدت میں پورے عالم پر چھا گیا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

جب ہر تدبیر ناکام ہوگئی اور ہر اسکیم فیل ہوگئی، تو دشمنانِ اسلام نے اپنی اسلام دشمنی کے ثبوت میں عناد کی تمام حدود کو پار کرتے ہوئے یہ غلط پروپیگنڈہ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ: اسلام کی اشاعت بزورِ شمشیر ہوئی ہے، مگر اس جھوٹ سے لبریز پروپیگنڈہ کو باطل کرنے کے لیے لفظ اسلام ہی کافی ہے؛ کیونکہ

اسلام نام ہے امن وامان کا
اسلام نام ہے صلح وآشتی کا
اسلام نام ہے اخوت ومحبت کا
اسلام نام ہے عدل وانصاف کا
اسلام نام ہے اخلاق وکردار کا

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقر غیور!

سامعین کرام! اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا؛ بلکہ
اسلام پھیلا ہے ان احکامِ ناصحانہ کی بدولت، جو قرآن ہمیں سناتا ہے
اسلام پھیلا ہے ان اخلاقِ کریمانہ کی بدولت، جو صاحبِ قرآن ہمیں سکھاتا ہے

چنانچہ جب ہم احکامِ اسلام میں غور کرتے ہیں، تو اسلام جا بجا انسانیت کی خیر خواہی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

کہیں آپسی بھائی چارے کا سبق دیتے ہوئے کہتا ہے: ''یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى '' کہ ''ہم نے ساری دنیا کے انسانوں کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا''
تو کہیں پوری دنیا کے انسانوں کو مساوات کے حسین بندھن میں باندھتے ہوئے یوں

گویا ہوتا ہے: ''لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ''
کہ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں؛ بلکہ سب کے سب برابر ہیں۔

وہ اگر ایک طرف روحانی ترقی کے لیے عبادت وریاضت کی تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے ''اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ'' کہ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو۔

تو وہیں دوسری طرف جسمِ انسانی کی نشونما کے لیے ''اِبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ'' کا پیغام دے کر کسبِ معاش کو بھی فضل خداوندی قرار دیتا ہے۔

وہ اگر ایک طرف ''اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى'' کہہ کر عدل وانصاف کی تاکید کرتا ہے تو وہیں دوسری طرف ظلم وبربریت کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے ''مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا'' کی وعید شدید سناتا ہے کہ جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا، تو ہم اس کو بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

اسلام اگر ایک طرف حسنِ اخلاق کا پاٹھ پڑھاتے ہوئے ''اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا'' (متفق علیہ) کا مژدہ سناتا ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اچھے اخلاق والا ہو، تو وہیں بد خلقی پر جنت سے محرومی کی سزا سناتے ہوئے لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ فرماتا ہے۔

وہ اگر ایک طرف فتنہ وفساد سے روکنے کے لیے ''لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا'' کہہ کر زمین میں فساد مچانے سے منع کرتا ہے، تو وہیں دوسری طرف ساری دنیا کو رحم وکرم کی تعلیم دیتے ہوئے کہتا ہے: ''اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ'' (ترمذی: ص / ۴۸۳) کہ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر!

حضرات! یہ ہیں اسلام کی وہ خصوصیات! جنہوں نے ہر امیر و غریب، ہر کالے و گورے، ہر چھوٹے و بڑے کو اسلام کا دلدادہ اور گرویدہ بنا دیا، یہ ہیں اسلام کی وہ مقدس تعلیمات جنہوں نے نفرت کے کانٹوں کو پیار کے پھولوں سے، عداوت کے اندھیروں کو محبت کے اُجالوں سے اور ظلم کے دریچوں کو انصاف کے باغیچوں سے بدلنے پر مجبور کر دیا، یہ ہیں اسلام کے وہ پاکیزہ اُصول! جن کی بنا پر

دشمنانِ اسلام پاسبانِ اسلام بن گئے۔

باغیانِ دین حامیانِ دین بن گئے۔

اسلام کو مٹانے والے اسلام پر مر مٹنے والے بن گئے۔

شمعِ اسلام کو بجھانے والے اس کو روشن کرنے والے بن گئے۔

اور جب ہم صاحبِ قرآن ﷺ کی زندگی پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو اشاعتِ اسلام میں آپ ﷺ کا بھی اعلیٰ کردار اور اہم رول نظر آتا ہے، چنانچہ میں آپ ﷺ کی سیرت کو بیان کرنا چاہتا ہوں،

میں آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں

میں آپ ﷺ کی عاداتِ شریفانہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں

میں آپ ﷺ کے واقعاتِ رحیمانہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کی مکی زندگی کو دیکھو! بے سروسامانی کا عالم ہے تکالیف، اور مصیبتوں کا ہجوم ہے، مسلمانوں کی تعداد بھی کم ہے، کوئی مارے یا پیٹے مگر پلٹ کر جواب دینے کی اجازت بھی نہیں ہے اور مزید یہ کہ کفارِ مکہ کا وحشیانہ ظلم و ستم ہے،

ان پُرخطر حالات میں کیا کوئی اسلام قبول کر سکتا تھا؟ ارے قبول کرنا تو دُور کی بات ہے، قبول کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور جو کچھ مسلمان ہو گئے تھے انہیں ایسی ایسی اذیتیں دی جاتیں کہ خدا کی پناہ

کبھی گرم ریت پر سلایا جاتا!

کبھی دہکتے انگاروں پر لٹایا جاتا!

کبھی ستون سے باندھ کر مارا جاتا!

اور کبھی جسم میں رسی باندھ کر دو جانوروں کو مخالف سمتوں میں چلایا جاتا جس سے آدھا جسم ادھر اور آدھا اُدھر ہو جاتا!!!

الغرض وہ عذاب دیا جاتا، جسے جھیلنا تو درکنار دیکھنا بھی دشوار تھا؛ لیکن ان سب کے باوجود اسلام کا شجرہ طوبیٰ روز بروز ترقی کر رہا تھا، اسلام رفتہ رفتہ پھیل رہا تھا، اس کی جڑیں مضبوط ہو رہی تھیں، وہ لوگوں کے دلوں پر اپنے سچے اور سادے اُصول کا سکہ جمار ہا تھا اور قریش مکہ کے بڑے بڑے گھرانوں میں اسلام کی شعاعیں پہنچ رہی تھیں؛ بلکہ وہ مسلمان جنہیں عشرۂ مبشرہ کا خطاب ملا، جنہیں خلافت کا اعزاز ملا اور جنہیں السابقون الاوّلون کا مقام ملا، وہ انہیں سخت تکالیف کے زمانے میں ہی مسلمان ہوئے۔

جب اسلام لانا جرم سمجھا جاتا تھا، اسلام لانے پر مارا پیٹا جاتا تھا، طرح طرح کا عذاب دیا جاتا تھا، تب لوگ اسلام کیوں قبول کر رہے تھے؟ انہیں کونسی تلوار اسلام قبول کرنے پر مجبور کر رہی تھی؟

''ابوبکر'' جیسے وجیہ انسان کو اسلام پر کس نے مجبور کیا تھا؟

''عمر'' جیسے بہادر انسان کو اسلام پر کس نے مجبور کیا تھا؟

''علی'' جیسے فاتحِ خیبر کو اسلام پر کس نے مجبور کیا تھا؟

''حمزہ'' جیسے طاقتور انسان کو اسلام پر کس نے مجبور کیا تھا؟

''خالد بن ولید'' جیسے کمانڈر کو اسلام پر کس نے مجبور کیا تھا؟

''نجاشی'' جیسے شہنشاہ کو اسلام پر کس نے مجبور کیا تھا؟

''ابوسفیان'' جیسے سردارِ مکہ کو اسلام پر کس نے مجبور کیا تھا؟

وہ مجبور کرنے والی چیز تلوار نہیں بلکہ اخلاق تھے

اللہ کے رسول کی مدنی زندگی کو دیکھو! کہ ہجرت سے قبل ''مدینہ'' کے بارہ ۱۲ آدمی آپ

کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتے ہیں، ''مدینہ'' کے چند ہی لوگ جمال مبارک کی زیارت کرتے ہیں اوران میں بھی کسی کو فیض صحبت اُٹھانے کا موقع میسر نہیں آتا ہے؛ لیکن جمالِ نبی کی تجلی کا رنگ ایسا چڑھتا ہے کہ ہر نشہ اس کے آگے سرد ہو جاتا ہے اور یہ بارہ ۱۲ آدمی عشق ومحبت کی ایسی سرمستی میں ڈوب کر اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں کہ ابھی آپ ''مدینہ'' نہیں پہنچتے ہیں آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی سارا ''مدینہ'' اسلام کی آغوش میں آجاتا ہے اور گھر گھر میں اسلام پھیل جاتا ہے اور وہاں کے مرد وعورت، بچے بوڑھے اسلام پر فریفتہ اور خدا ورسول کی محبت میں سرشار نظر آتے ہیں اور آپ کے ''مدینہ'' پہنچنے کے وقت آپ کے دیدار کے اشتیاق میں بے چین نظر آتے ہیں۔ اور رسول ﷺ سے محبت کی شدت کا عالم یہ تھا کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی یہ شعر پڑھ رہی تھیں ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ ❁ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

او دشمنانِ اسلام! کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہاں کونسی تلوار ان لوگوں کو اسلام کی طرف لا رہی تھی؟ یہاں کونسا وار ان کی گردنوں پر کیا جا رہا تھا؟ یہاں کونسی تلوار ان کو اسلام کا عاشق بنا رہی تھی؟

صلحِ حدیبیہ کو دیکھو! نبی نے اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے جس صلح کو بظاہر دب کر اور جھک کر کیا تھا اسی صلح کا کرشمہ تھا کہ جب جنگوں کا سلسلہ رُک گیا اور لوگ قتل وقتال سے مامون ہو گئے تو اس کل دو ۲ برس کے عرصہ میں اتنے لوگوں نے اسلام قبول کیا جتنے کہ شروع اسلام سے اب تک سولہ ۱۶ برس کے عرصہ میں مسلمان ہوئے تھے۔

ذرا بتاؤ تو سہی کونسی تلوار ان لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر فریفتہ کر رہی تھی؟

برادرانِ وطن و برادرانِ اسلام! آیئے ذرا فتح مکہ کا بھی نظارہ کرتے چلیں۔

دس ہزار ننگی تلواریں لہرا رہی تھیں اور صحابہ آپ کے ایک اشارہ کے منتظر تھے کہ آپ حکم دیں اور آج دشمنوں کا صفایا کر دیا جائے، خود مشرکین مکہ بھی اپنی سزا سننے کے لیے سر جھکائے بیٹھے تھے وہاں

وہ بھی تھے، جنہوں نے آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے!
وہ بھی تھے، جنہوں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر تھوکا تھا!
وہ بھی تھے، جن کی زبانیں رسول اللہ ﷺ پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں!
وہ بھی تھے، جن کی تشنہ لبی نبی کے خون سے ہی سیراب ہو سکتی تھی!
وہ بھی تھے، جن کے حملوں کا سیلاب ''مدینہ'' کی دیواروں سے آ آ کر ٹکراتا تھا!
وہ بھی تھے، جن کی تیغ وسنان نے پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں!
وہ بھی تھے، جنہوں نے آپ کے چچا حضرت ''حمزہ'' کا کلیجہ چبایا تھا!
وہ بھی تھے، جو مسلمانوں کو دہکتی ہوئی آگ پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشی مہریں لگایا کرتے تھے!

یہ تمام کے تمام اپنے ماضی کے گناہوں کو یاد کر رہے تھے اور ان ظالموں کو دیکھ کر مسلمانوں کو بھی اپنے اوپر کئے ہوئے ظلم وستم یاد آ رہے تھے؛ چنانچہ ایک صحابی جذبۂ جوش میں آکر بے اختیار زبان سے کہہ بیٹھتے ہیں ''اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَةِ'' کہ آج لڑائی کی باری ہے، آج قتل وقتال کا دن ہے، آج دشمنوں کا صفایا کر دیا جائے گا، آج ظالموں کو ظلم کا بدلہ دیا جائے گا۔

لیکن قربان جاؤں رحمتِ عالم کی شفقت پر کہ جب آپ نے یہ جملہ سنا تو فرمایا کہ: نہیں تم غلط کہتے ہو بلکہ آج ''اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَرْحَمَةِ'' آج رحم وکرم کا دن ہے، آج عفو ودرگزر کا دن ہے، آج امن وامان اور معافی کا دن ہے اور زبانِ مقدس سے ارشاد ہوتا ہے ''لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءَ'' کہ جاؤ مکہ کی گلیوں میں اعلان کر دو، باشندگان مکہ کو پیغام پہنچا دو کہ آج

کسی ماں کو بے اولاد نہیں کیا جائے گا۔
کسی دوشیزہ کو بیوہ نہیں بنایا جائے گا۔
کسی معصوم کو یتیم نہیں کیا جائے گا۔

کسی بہن کو بے آبرو نہیں کیا جائے گا،

جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو، تم پر کوئی الزام نہیں۔

آپ ﷺ کے اس عفو و درگزر کے معاملہ کو دیکھ کر پورا قبیلۂ قریش مسلمان ہو جاتا ہے اور قریش کے بعد عرب کے مختلف قبائل اسلام کے دامن میں پناہ لینے لگتے ہیں؛ چنانچہ

وفد ثقیف آتا ہے، مسلمان ہو جاتا ہے!

وفد طئے آتا ہے، مسلمان ہو جاتا ہے!

وفد ازد آتا ہے، مسلمان ہو جاتا ہے!

وفد مزینہ آتا ہے، مسلمان ہو جاتا ہے!

وفد عذرہ آتا ہے، مسلمان ہو جاتا ہے!

ارے او اسلام کو تلوار سے پھیلنے کا الزام دینے والو! ذرا غور کرو کہ تمام قبائل کا سردار قبیلۂ قریش اور بیشتر قبائل اور وفود خود بخود کیوں مسلمان ہو رہے تھے؟ کیا قبیلۂ قریش بھی تلوار کی زد میں آ گیا تھا؟ قریش کے علاوہ دیگر قبائل و وفود پر بھی تلوار لہرا رہی تھی؟

نہیں ہرگز نہیں، تاریخ تمہیں جھٹلاتی ہے اور اسلام کی پاکیزہ شبیہ پیش کر کے تمہیں دروغ گوئی کا سرٹیفکٹ دیتی ہے۔

سامعین ذی وقار! قریش کے اسلام لانے کے بعد دھیرے دھیرے پورے عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگتا ہے اور پورا علاقہ اسلام کے زیر نگیں آ جاتا ہے، اب اسلام کے خلاف برسر پیکار ہونا کسی کے بس کی بات نہ تھی، تو ایسے حالات میں کہ جب اسلام پورے عرب پر حکومت کر رہا تھا اور اپنی شان و شوکت، قوت و طاقت اور مملکت و سلطنت کا پورے عرب میں لوہا منوا چکا تھا، بنو اسد کا ایک وفد اسلام قبول کرنے کے لیے آتا ہے اور حضور ﷺ پر اپنے آنے کا احسان جتلاتا ہے نبی ﷺ غایتِ حلم و کرم کی وجہ سے خاموشی اختیار فرماتے ہیں کوئی جواب نہیں دیتے ہیں۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر بنو تمیم کے وفد کا حال دیکھو کہ آ کر مسجد نبوی کے باہر کھڑے

ہو کر بے ادبی سے باآوازِ بلند پکارتا ہے کہ: اے محمد باہر آؤ ہم اسلام کی حقانیت پر مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، بجائے اس کے کہ آپ انہیں منع فرماتے اور کہتے کہ: اسلام کی حقانیت واضح ہو چکی ہے اب کسی مقابلہ کی کوئی گنجائش نہیں، آپ مقابلہ کی اجازت دے دیتے ہیں اور اسلام کو سمجھنے کی بھرپور مہلت دیتے ہیں۔

اسے بھی چھوڑ دو وفدِ عامر کو دیکھو کہ "عامر بن طفیل" اپنی بدبختی اور شقاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام سے نہایت بے تمیزی سے گفتگو کرتا ہے حتیٰ کہ آپ کو "مدینہ" پر چڑھائی کی دھمکی دیتا ہے؛ لیکن رحم و کرم والی ذات سے اس وقت بھی کوئی غصہ ظاہر نہیں ہوتا زبان مبارک سے بس ایک دعائیہ جملہ نکلتا ہے "اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ عَامِرَ بْنِ طُفَیْلٍ" کہ اے اللہ! عامر کے شر سے محفوظ فرما۔

ذرا تصور تو کیجئے کہ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا، اگر زبردستی لوگوں کو مسلمان بنایا جاتا اور اگر ظلم و جبر سے اسلام کی اشاعت ہوتی، تو یہ وفود اور قبیلے جو آکر احسان جتاتے ہیں، غیر مہذب طریقے سے گفتگو کرتے ہیں، ریاستِ اسلام میں آکر شہنشاہِ کونین کو دھمکی دیتے ہیں۔

کیا یہ ایسا کر سکتے تھے؟ کیا یہ ایسا سوچ بھی سکتے تھے؟ کیا وہ اتنی ہمت رکھتے تھے؟

ان لوگوں کا اس طرح بے خوفی سے ریاست اسلام میں داخل ہونا اور بلا جھجک بلا کسی خوف کے ایسی گفتگو کرنا اور اسی طرح کے سینکڑوں واقعات خود اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر نہیں؛ بلکہ اخلاق کے زور پر پھیلا۔

خود حضرت محمد علیہ السلام کا ارشاد ہے "فَتَحْتُ الْمَدِیْنَۃَ بِالْاَخْلَاقِ" کہ میں نے "مدینہ" کو جنگ وجدال یا قتل وقتال سے فتح نہیں کیا بلکہ اخلاق سے فتح کیا ہے۔

حضرات! مسلمانوں نے "اسپین" پر آٹھ سو ۸۰۰ سال حکومت کی، کبھی کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ اگر اسلام تلوار سے پھیلتا، تو "اسپین" کا ہر باشندہ مسلمان بنا دیا گیا ہوتا؛ لیکن آج "اسپین" کی سو ۱۰۰ فیصد آبادی غیر مسلموں کی ہے یہ سو

۱۰۰ فیصد غیروں کی آبادی اس بات کی شہادت ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا؛ بلکہ اخلاق سے پھیلا ہے۔

''ہندوستان'' پر مسلمانوں نے آٹھ سو ۸۰۰ سال حکومت کی، کبھی کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا، اگر اسلام تلوار سے پھیلتا، تو ''ہندوستان'' کا ہر ہر باشندہ مسلمان بنادیا گیا ہوتا؛ لیکن آج ''ہندوستان'' کی اَسّی ۸۰ فیصد آبادی غیر مسلموں کی ہے یہ اَسّی ۸۰ فیصد غیروں کی آبادی اس بات کی شہادت ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا: بلکہ اخلاق سے پھیلا ہے۔

''عرب'' میں چودہ سو ۱۴۰۰ سال سے مسلمانوں کی حکومت ہے، اگر اسلام تلوار سے پھیلتا، تو آج ''عرب'' میں ایک بھی عیسائی موجود نہ ہوتا، لیکن آج بھی عالم عرب میں ایک کروڑ سے زیادہ عیسائی موجود ہیں، جو اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ: اسلام تلوار سے نہیں پھیلا؛ بلکہ اخلاق سے پھیلا ہے۔

حاضرین بزم! ''اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ'' جادو تو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے صرف اپنوں نے ہی نہیں؛ بلکہ غیروں نے بھی اس پروپیگنڈہ کی تردید کی ہے اور اس سے اسلام کی برأت ظاہر کی ہے؛ چنانچہ

''تھامَس کارْلائل'' (Thomas Carlyle) اپنی کتاب ''ہیرُوز اینڈ ہیرُو وَرْشِپ'' (Heros and hero warship) میں اس باطل نظریہ اور غلط پروپیگنڈہ کو رد کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''کوئی بھی شئ خود پھیلتی ہے جتنی وہ پھیلنے کی استطاعت رکھتی ہے''۔

اسی طرح مشہور مورخ ''ڈِی لَیسِی اولَیرِی'' (Delacy o'lary) اپنی کتاب ''اسلام اَیٹ دِی کراس روڈ'' (Islam at the cross road) میں صفحہ ۸ پر اس الزام کی حقیقت واشگاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''یہ کہنا کہ کچھ جنونی مسلمانوں نے دنیا میں پھیل کر تلوار کے ذریعہ مفتوح قوم کو مسلمان بنایا تاریخ اسے اُجاگر کرتی ہے کہ یہ کوری بکواس ہے اور ان من گھڑت کہانیوں میں سے ہے جسے مؤرخین نے دہرایا ہے''۔

''پیغمبرِ اعظم'' نامی کتاب میں صفحہ ۲۲۰ پر موجود ہے کہ جب ''مہاتما گاندھی'' جیل سے باہر آئے تو اپنا تجربہ یوں بیان کیا کہ ''اسلام نے تلوار کے بل پر کائنات انسانی میں رسوخ حاصل نہیں کیا تھا؛ بلکہ پیغمبرِ اسلام کی انتہائی سادگی، انتہائی بے بسی، عہد و مواثیق کا انتہائی احترام اور اپنے رفقاء و متبعین کے ساتھ گہری دلچسپی اور وابستگی، جرأت اور بے خوفی، اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور اپنے مقصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے، یہ خصائص تھے، جو ہر مشکل اور رُکاوٹ کو اپنی رو میں بہا کر لے گئے''۔

اور اگر بفرضِ محال اس پروپیگنڈہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ: ہاں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تو پھر مجھے بتاؤ! کہ

آج بھی اسلام روز بروز ترقی کیوں کر رہا ہے؟

آج بھی ''امریکہ'' میں سب سے زیادہ اسلام کیوں پھیل رہا ہے؟

آج بھی ''یورپ'' میں سب سے زیادہ اسلام کیوں پھیل رہا ہے؟

آج کونسی تلوار کا استعمال کیا جاتا ہے جس کے خوف سے اہلِ مغرب اتنی بڑی تعداد میں اسلام قبول کر رہے ہیں؟ لٰہذا یہ کہنا پڑے گا کہ اسلام تلوار سے نہیں؛ بلکہ اخلاق سے پھیلا ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا اور کفر کا منہ کالا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

❀❀❀

کیا اسلام عورت دشمن مذہب ہے؟

اسلام نے وأدِ بنات کو ظلم قرار دے کر عورتوں کو حیاتِ نو بخشی۔
اسلام نے قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ کہہ کر عورتوں کو گھر کی ملکہ قرار دیا۔
اسلام نے عورتوں کو مخصوص اَیّام میں اپنے شوہروں کے ساتھ کھانے پینے اور رہنے کی اجازت دی۔
اسلام نے مرد و عورت کو اَجر و ثواب میں مساوی قرار دے کر عورت کو احساسِ کمتری سے نجات دی۔
اسلام نے عورتوں کے تکلیف دِہ ایام میں اس کی عبادات میں تخفیف کی۔
اسلام نے عورت کی عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر تمام اجنبی مردوں حتیٰ کہ شوہر کے سگے بھائی کو بھی اس سے ملنے سے روک دیا۔
اسلام نے عورت کو حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے بیع و شراء، اجارہ و اعارہ اور تمام معاملات کی اجازت دی۔
اسلام نے عورت کی زیست کی تمام ذمہ داریوں کو اس کے متعلقہ مرد پر واجب قرار دے کر اسے ہر طرح کی پریشانی سے محفوظ کر دیا۔

کیا اسلام عورت دشمن مذہب ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْأَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ. وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. أَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرۃ:۲۲۸)
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

صدر جلسہ، معزز علمائے کرام! آج کی گفتگو کا عنوان ہے ''اسلام میں عورتوں کے حقوق'' اس میں تین الفاظ ہیں، اسلام، عورت، حقوق اور تینوں ہی اپنا ایک الگ مستقل موضوع رکھتے ہیں اور اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہر لفظ پر تفصیلی گفتگو کی جائے، مگر افسوس کہ وقت میرا ہمرکاب ہونے کے لیے تیار نہیں، اس لیے میں مختصر طور پر اس موضوع کے متعلق چند باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ آپ حضرات سکون و توجہ سے سماعت فرمائیں گے۔

حضرات! یہ کوئی نظریاتی یا پہلے لوگوں سے منقول کوئی رٹا رٹایا جملہ نہیں ہے؛ بلکہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دیے ہیں، وہ نہ تو کسی مذہب نے دیے نہ کسی تہذیب نے۔

چنانچہ رومی تہذیب کو دیکھئے کہ جہاں ایک طرف مرد کو سو نکاح کا اختیار تھا، وہیں دوسری طرف سو طلاق دینے کا بھی اختیار تھا اور انتہا تو یہ تھی کہ اپنی بیوی کو باندی کی طرح بازاروں میں بیچنے کا بھی اختیار تھا۔

مسیحی یورپ کی تہذیب کو دیکھئے کہ عورت کو انسان کے ماسوا کوئی دوسرا جانور تصور کیا جاتا تھا اور ایک کانفرنس منعقد کی جاتی ہے، جس کا عنوان ہی یہ ہوتا ہے کہ کیا عورتوں کے اندر مردوں کی طرح روح ہوتی ہے؟ اگر اس کے اندر روح ہے، تو روحِ حیوانی ہے یا روحِ انسانی؟

"عرب" کی تہذیب کو دیکھئے! کہ عورت سے اتنی سخت نفرت کی جاتی تھی کہ اس کو زندہ رہنے کا بھی حقدار نہیں سمجھا جاتا تھا؛ بلکہ نفرت کی انتہا کا عالم یہ تھا کہ حاملہ عورت کو بچہ کی پیدائش کے وقت ایک گڑھے کے پاس لے جاکر بٹھا دیتے اور اگر لڑکی کی پیدائش ہوجاتی تو وہ درندہ صفت انسان اس معصوم کو زیر زمین دفن کردیتے۔

اس کے برعکس یونانی تہذیب کو دیکھئے! نفس پرستی اور شہوت رانی کا عالم یہ تھا کہ طوائفوں کے کوٹھے مرجع الخلائق بن چکے تھے، فلاسفہ، شعراء، مؤرخین، اہلِ ادب اور ماہرینِ فنون غرض تمام سیارے اسی آفتاب کے گرد گھومتے تھے اور عورتوں کو؛ بلکہ طوائفوں کو معبودیت کا درجہ دے دیا گیا تھا۔

الغرض اقوامِ عالم کی تہذیبوں میں عورت افراط و تفریط کا شکار نظر آتی ہے کبھی اس کا مرتبہ اتنا گرایا جاتا ہے کہ لونڈی اور جانور سمجھا جانے لگتا ہے اور کبھی اتنا بڑھایا جاتا ہے کہ اس کو درجۂ الوہیت پر پہنچا دیا جاتا ہے۔

اسی پر بس نہیں؛ بلکہ مذاہب عالم بھی عورت کے سلسلے میں اسی اُتار چڑھاؤ کا شکار دکھائی دیتے ہیں؛ چنانچہ اگر مذہب یہود کو دیکھا جائے، تو عورت کی حیثیت ایک ناپاک انسان کی نظر آتی ہے وہ حالتِ حیض میں عورت کو اچھوت سمجھتے تھے،

اس کے ساتھ بیٹھنا حرام!

اس کے ساتھ کھانا حرام!

اس کے قریب ہونا حرام!

اس کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا حرام!

بلکہ وہ جس چیز کو چھودے، وہ چیز بھی حرام!

اور اگر مذہب ہنود کو دیکھا جائے تو عورت کی حیثیت سانپ، بچھو، زہر اور جہنم سے بدتر دکھائی دیتی ہے، اگر شوہر مرجاتا، تو شوہر کی چتا کے ساتھ ساتھ اس معصوم بیوی کو بھی زندہ جلا دیا جاتا اور اس جنگلی اور وحشی قانون کو سَتی اور نیکی کا عنوان دیا جاتا۔

غرض یہ کہ ظہورِ اسلام سے قبل دنیا کا کوئی ایسا ظلم وستم نہیں تھا، جو ان کے ساتھ روا نہ رکھا گیا ہو، جب یہ کمزور و ناتواں، بے کس و مجبور اور دردر کی ٹھکرائی ہوئی دوشیزائیں اقوامِ عالم کے ظلم وتشدد اور جبر وتسلط سے بلبلا اُٹھیں!! جب یہ وسیع وعریض زمین ان معصوم کلیوں پر تنگ کی جانے لگی!! اور جب ان مظلومین کی آہوں اور دل کے شراروں نے دامنِ رحمت تھام کر فریادیں کیں!! تو عرشِ عظیم تھرتھرا اُٹھا!! اور رحمتِ خداوندی جوش میں آگئی اور پھر خدا نے اپنے قانون اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کو عملی جامہ پہناتے ہوئے، اُس ہستی کو اس دنیا کی فلاح وکامرانی کے لیے بھیجا جو،

مسکینوں کا والی، یتیموں کا دُلارا تھا!

جو بے بسوں کا سہارا، بے کسوں کا پیارا تھا!

جو رحم کا خوگر، کرم کا دھارا تھا!

جو شفقت عالم کا سنگم رحمتِ عالم کا نظارہ تھا!

جی ہاں! وہ نبی جو ماں کو اس کی ممتا اور بہن کو اس کی عفت وعصمت دینے والا تھا۔

وہ نبی جو بیٹی کو اس کی زندگی اور بیوی کو متاعِ عزیز قرار دینے والا تھا۔

وہ نبی جو حقوقِ نسواں کا علمبردار اور عورت کو غلامی سے نجات دینے والا تھا۔

اُس نے آکر عورتوں کو ان کے حقوق عطا کیے ہیں۔

حضرات سامعین! اگر حقوقِ نسواں کے اعتبار سے مذہب اسلام پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو اسلام عورت کے حق میں وہ اُصول وقوانین پیش کرتا ہے کہ: اگر غیر جانبدار ہوکر ان کا مطالعہ کیا جائے، تو ایک کافر انسان بھی اسلام کی حقانیت اور اس کی صداقت و سچائی کی شہادت دینے پر مجبور ہو جاتا ہے؛ چنانچہ اگر معاشی حقوق پر غور کیا جائے، تو اسلام عورت کو حق وراثت دیتے ہوئے اعلان کرتا ہے: ''لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ'' (النساء:۷) کہ جو ترکہ والدین چھوڑیں ان میں عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ کبھی اس کی معاشی حیثیت مضبوط کرنے کے لیے شوہر کو ادائیگی مہر کا مکلف بناتے ہوئے یوں گویا ہوتا ہے: ''اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً'' (النساء:۴) کہ عورتوں کو ان کے مہر بخوشی دے دیا کرو بلکہ اصل تو یہ ہے کہ اسلام عورت کو معاش کی فکر میں اُلجھانا ہی نہیں چاہتا وہ اسے تمام پریشانیوں سے دُور رکھ کر اس کا نان ونفقہ اس کے نگراں مرد پر واجب کرتا ہے۔ اور اگر تمدنی حقوق پر نظر ڈالی جائے، تو اسلام عورت کو اس کی ذات کا مکمل اختیار دیتے ہوئے یہ حکم صادر کرتا ہے: ''اَلْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا'' (ابوداؤد:۲۰۹۹) یعنی عورت اپنی ذات کے سلسلے میں ولی سے زیادہ حقدار ہے۔ اگر شوہر ظالم ہو اپنی بیوی پر زیادتی کرتا ہو، تو اسلام عورت کو ظلم سے نجات دلانے کے لیے اس پر دستِ شفقت رکھتے ہوئے، عورت کو حقِ تفریق دے کر اسے ظالم مرد کے چنگل سے آزاد کراتا ہے۔

آگے چلئے اور اسلام کی مزید تعلیمات پہ غور کیجیے۔

اسلام عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے لیے مردوں سے خطاب کر کے کہتا ہے: ''عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ'' (النساء:۱۹) کہ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور بھلائی کا معاملہ کرو۔ اگر تعلیم کے میدان میں اسلام کا ردِ عمل دیکھا جائے تو اسلام عورت کے لیے تعلیم کی نہ صرف اجازت دیتا ہے؛ بلکہ لازم وضروری قرار دیتا ہے اسلام کہتا ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ (ابن ماجہ:۲۲۴) کہ تعلیم کا حاصل کرنا مرد و عورت دونوں پر فرض ہے؛

لیکن ان تمام حقوق سے قطع نظر عورت کے سلسلہ میں اسلام کا جو نمایاں مقام ہے اور اس کا امتیازی وصف ہے اور اسلام کا عورتوں پر جو احسانِ عظیم ہے، وہ ہے ذہنی غلامی سے آزادی، اسلام سے پہلے عورت مردوں کی باندی، ذلت کا مجموعہ، ننگ وعار کا مجسمہ اور حرص وہوس کا کھلونا تھی، اسلام نے عورتوں پر احسان کیا، ہاں ہاں اسلام نے عورتوں پر احسانِ عظیم کیا ہے۔

اسلام نے انہیں ذہنی غلامی سے نجات دی ہے۔
اسلام نے انہیں مصیبتوں سے آزادی دی ہے۔
اسلام نے انہیں پریشانیوں سے محفوظ کیا ہے۔
اسلام نے انہیں ظلم وستم سے چھٹکارا دیا ہے۔

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حقوقِ نسواں کا خیال ہی اسلام نے دیا ہے؛ چنانچہ اسلام عورت کو مرد کے مساوی قرار دیتے ہوئے کہتا ہے: ''خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ'' (النساء) کہ ہم نے تم سب کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا۔ اسلام کہتا ہے کہ: اگر مرد خدا کا ولی اور مقرب بن سکتا ہے تو عورت کو بھی ولیہ بننے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی اسی لیے ''لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى'' کہہ کر ہر ایک کو اس کے عمل کے قابلِ قبول اور باعثِ اجر وثواب ہونے کی خبر دیتا ہے۔ (آل عمران: ۱۹۵)

اسلام ہر حیثیت سے عورت کی عزت وتکریم اور خوش اخلاقی وبھلائی کی تلقین کرتا ہے،

اگر عورت بیوی کی شکل میں ہے، تو اسلام شوہر کو یہ پیغام سناتا ہے: ''خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ'' (صحیح مسلم: ۱۴۶۷) کہ دنیا کی سب سے بہترین نعمت نیک بیوی ہے۔

اگر عورت بیٹی کی شکل میں ہے، تو اسلام باپ کو اس کی پرورش پر جہنم سے آزادی کی فضیلت بتاتے ہوئے کہتا ہے: ''مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْئٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ'' (صحیح مسلم: ۲۱۲۹) کہ جس کے یہاں لڑکیاں پیدا

ہوں اور وہ اچھی طرح ان کی پرورش کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائیں گی۔ اگر عورت ماں کی شکل میں ہو، تو اسلام اولاد کو فرماں برداری کی تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے: ''اِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ أَقْدَامِ أُمَّهَاتِكُمْ'' کہ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

الغرض عورت کی زندگی کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں اسلام نے اس کی عفت وعصمت، عزت وعظمت اور رفعت وسر بلندی میں چار چاند نہ لگا دیے ہوں؛ اس لیے ہم ڈنکے کی چوٹ پر یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ: اسلام نے عورتوں پر احسانِ عظیم کیا ہے۔

حرص وہوس کے دلدادہ، عفت وعصمت کے لٹیرے، شرم وحیا کے دشمن اہلِ مغرب یہ بے بنیاد دعویٰ کرتے ہیں کہ ''ہم نے عورتوں کو آزادی دی ہے'' لیکن میں بتانا چاہتا ہوں اہلِ مغرب کو کہ: تم نے آزادی کے نام پر عورت کو ذلیل کیا ہے!

تم نے آزادی کے نام پر اس کی عفت وعصمت کا جنازہ نکالا ہے!
تم نے آزادی کے نام پر اس کی حیاء کو برسرِ عام نیلام کیا ہے!
تم نے آزادی کے نام پر اس کا لباس چھین کر اسے بے آبرو کیا ہے!
ہاں ہاں میں کہتا ہوں کہ تم نے عورت کو ذلیل کیا ہے!

تم نے آزادی کے نام پر اسے ہوٹلوں میں لگایا، بازاروں میں گھمایا، دکانوں پہ سجایا، سڑکوں پہ نچایا، شہوت پرستوں کی خدمت پہ لگایا، ذلیل سے ذلیل چیز پر اس کی تصویر چھاپ کر اسے رسوا کرایا اور اس کی شہادت خود اہلِ مغرب دے رہے ہیں؛ چنانچہ سید ''ابوالاعلیٰ مودودی'' اپنی کتاب ''پردہ'' کے صفحہ ۷۹ پر امریکہ کی ''کمیٹی آف فورٹین'' (Committee of Fourteen) کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ مصلحینِ اخلاق کی مجلس کمیٹی آف فورٹین کہتی ہے کہ ''امریکہ'' کے جتنے

نائٹ کلب ہیں، (Night Club)
حسن گاہیں ہیں، (Beauty Saloons)

مالش کدے ہیں، (Massage Rooms)

بال سنوارنے کی دکانیں ہیں، (Hair Dressings)

قریب قریب سب باقاعدہ قحبہ خانے بن چکے ہیں؛ بلکہ اس سے بھی بدتر؛ کیوں کہ وہاں ناقابلِ بیان افعال کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

اسی طرح کچھ عرصہ قبل ''ڈیٹرائٹ'' (Detroit) کے ''فری پریس'' (Free Press) نامی اخبار میں ایک مضمون چھپا تھا جس میں مغربی مفکر نے لکھا تھا کہ:

''نکاح کے بغیر مستقل یا عارضی ناجائز تعلقات کی کثرت یہ معنیٰ رکھتی ہے
کہ ہم حیوانیت کی طرف واپس جارہے ہیں''

راہ پر ہم تمہیں لے آئے تو ہیں باتوں میں
اورکھل جاؤ گے دو چار ملاقاتوں میں

جولوگ مرد وعورت میں کلی طور پر مساوات کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ دھوکہ میں ہیں، وہ خدا کی تخلیق سے ناآشنا ہیں اور اس کو بدلنا چاہتے ہیں، وہ عورت کو عورت نہیں بلکہ مرد بنانا چاہتے ہیں؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ عورت کو اسی فحاشی، عیاشی اور بے حیائی کی زندگی میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں، جہاں وہ اسلام سے پہلے گرفتار تھی۔

ارے مساوات کے علمبردارو! کیا سڑکوں پر بال کھول کر اور کمر لچکا کر چلنے کا نام مساوات ہے؟

کیا عورت کو دفتروں اور مرکزوں کی زینت بنانے کا نام مساوات ہے؟

کیا اخباروں میں عورت کی ننگی تصویروں کے شائع کرنے کا نام مساوات ہے؟

کیا مردوں کی ہوس کی تسکین کے لیے دکانوں میں سیلزگرل اور جہازوں میں ایئر ہوسٹس بنانے کا نام مساوات ہے؟ اگر اسکا نام مساوات ہے، تو ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ: اسلام اس طرح کی مساوات کا ہرگز قائل نہیں ہے، اسلام مرد کو مرد اور عورت کو عورت کے دائرہ میں رکھتا ہے۔

عزیزانِ ملت! دنیا میں اب تک کوئی ایسا مذہب یا تہذیب وجود میں نہیں آسکی، جس نے عورت کو اس کا صحیح مقام و مرتبہ اور معتدل درجہ دیا ہو؛ لیکن مذہب اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو ساڑھے چودہ سو (۱۴۵۰) سال سے ساری دنیا کے سامنے چیلنج بنا ہوا ہے اور اپنی جامعیت و ہمہ گیریت کا پُرزور دعویٰ کر رہا ہے؛ مگر کسی زبان میں وہ طاقت نہیں، جو اس کے اُصول کو توڑ دے، کسی قلم میں وہ قوت نہیں جو اس کے قوانین کو غلط ثابت کر دے اور اگر کسی نے اسے غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، تو تاریخ گواہ ہے کہ اسے منہ کی کھانی پڑی ہے اور اسے اپنی شکست تسلیم کرنی پڑی ہے۔

کچھ عرصہ قبل مغربی تہذیب نے بھی اس پروپیگنڈہ کو لے کر کافی شور وغل کیا تھا اور آزادیٔ نسواں کے نام کا سہارا لے کر اسلام پر عورت دشمن مذہب ہونے کا الزام لگایا تھا؛ مگر

آج اس قلعہ کی دیواریں بھی جگہ جگہ سے شکستہ ہو رہی ہیں،

آج اہلِ مغرب اسلام کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں،

آج مغربی مفکرین اپنی کوتاہی کا احساس کر رہے ہیں،

آج مغربی عورت اس آزادی کو بربادی کہنے پر مجبور ہو رہی ہے،

اور آج مغرب کے مصلحین اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ہم نے عورت کے سلسلے میں ٹھوکر کھائی ہے، ہم نے ایک سنگین جرم اور بڑی بھیانک غلطی کی ہے، جس کی سزا آج ہم بھگت رہے ہیں۔

خداوندِ قدوس سے دعا ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کی عورتوں کو مغرب کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی روشنیوں پر چلنے والا بنا دے اور انہیں اسلام کے احسانات کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

اسلام میں پردہ کیوں؟

غضِ بصر و حفظِ فرج کا جو سنہرا اُصول اسلام نے پیش کیا وہی انسانی زندگی کا اَنمول جوہر ہے، جس کا اعتراف آج کی ترقی یافتہ مغربی دنیا کو بھی کرنا پڑ رہا ہے؛ چنانچہ ایک امریکن رسالے کی عبارت کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے:

''تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں فحش لٹریچر جو جنگِ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا چلا جارہا ہے متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار، جوان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی، اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال، اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید وامتیاز سے ناآشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان تین چیزوں کا نتیجہ مسیحی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخرکار تباہی ہے''۔ (پردہ: ص/۵۷)

امریکہ کی جن عورتوں نے پردہ کی قید و بند کی ذلت اور دقیانوسیت کی کال کوٹھڑی سے نکل کر آزادی کی خوشنما فضا میں قدم رکھا ان کے اَنجام کی خبر دیتے ہوئے امریکہ کی رِپورٹ کہتی ہے کہ:

''ان میں زنا کو مستقل پیشہ بنانے والی عورتوں کی تعداد کم سے کم چار پانچ لاکھ کے درمیان ہے''

(Prostitution in the united state p:138-139)

اسلام میں پردہ کیوں؟

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ أَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ (الاحزاب:۵۹)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ:

بے پردہ جو نظر آئیں کل چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

صدرِ مجلس، معزز علمائے کرام و دانشورانِ عظام! میں نے خطبہ میں جو آیت آپ کے سامنے پڑھی ہے، اس میں اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ: اے نبی!

اپنی بیویوں سے کہہ دو،
اپنی بیٹیوں سے کہہ دو،
مسلمان عورتوں سے کہہ دو،

کہ وہ اپنے اوپر چادر لٹکا لیا کریں تا کہ ان کی شناخت ہو سکے کہ یہ باحیا اور پاکدامن عورتیں ہیں اور ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ تو اس آیت میں اللہ نے ایمان والی عورتوں پر پردہ کو فرض قرار دیا۔

مگر آج پردہ کے سلسلے میں غفلت برتی جارہی ہے، اسے دقیانوسی اور قدامت پسندی کا نام دیا جارہا ہے، پردہ کو بندش اور قید سے تعبیر کیا جارہا ہے، اسے جاہلیت کی رسم اور ترقی کے منافی بتایا جارہا ہے۔

لیکن یہ ایک دھوکہ ہے، ایک فراڈ ہے، ایک ناپاک منصوبہ ہے، جس کے ذریعہ عورت کو سڑکوں پر لانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اہلِ مغرب کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اسلام کو **بدنام کرنے میں** اور احکامِ اسلام کو فرسودہ بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے؛ مگر **افسوس تو ان نام** کے مسلمانوں پر ہے جو اہلِ مغرب کی اتباع میں پردہ کے خدائی قانون کو مٹانے کی یا بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں! اور ان نام نہاد مسلمانوں کے طرزِ عمل سے اہلِ اسلام کا ایک بڑا طبقہ متاثر ہو رہا ہے اور پردہ کو غیر ضروری سمجھ کر کچھ رُکتے، جھجکتے اسے اُتارنے کی کوشش کر رہا ہے۔

ایک طرف تو وہ طبقہ اسلام کو دل وجان سے چاہنے والا ہے
خدائی قانون کو سب سے بلند و بالا رکھنے والا ہے
تہذیب و شرافت کو پسند کرنے والا ہے

مگر دوسری طرف اسی اسلام کو چھوڑ کر، خدائی قانون کو توڑ کر، تہذیب و شرافت کو نوچ کر اپنی بہو، بیٹیوں کو اسی راستے کی طرف لے جارہا ہے، جو مغربی تہذیب کا راستہ ہے، وہ یہ چاہتا ہے کہ اسلام پر بھی عمل ہو جائے اور مغربی تہذیب کی رنگینیاں بھی حاصل ہو جائیں دین

بھی باقی رہے اور مغرب کی ترقی بھی نہ چھوٹنے پائے۔ وہی مثل صادق آتی ہے کہ:

راضی رہے رحمان بھی   خوش رہے شیطان بھی

لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں ان لوگوں سے کہ آپ مغربی تہذیب کی اقتدا کر کے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی سوسائٹی میں بھی وہی ہیجان انگیز اور شہوت خیز ماحول پیدا ہو جو مغرب میں ہے؟

آپ کی قوم میں بھی بے حیائی و بے شرمی کی کثرت ہو جائے؟

آپ کے معاشرہ میں بھی زنا اور عیاشی عام ہو جائے؟

آپ کے بچوں میں بھی قبل از وقت جنسی میلان پیدا ہو جائے؟

آپ کی سوسائٹی میں بھی طلاق وتفریق کی زیادتی ہو جائے؟

آپ کے یہاں بھی عصمت دری اور آبرو ریزی اپنی انتہا پر ہو جائے؟

اگر آپ ان سب باتوں کو برداشت کر سکتے ہیں اور ان چیزوں کے بھیانک نتائج کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں، تو جائیے شوق کے پیروں سے دوڑ کر نہیں، شوق کے پروں سے اُڑ کر جائیے، مغربی تہذیب آپ کا انتظار کر رہی ہے اور آپ کا استقبال کر رہی ہے؛ لیکن یاد رہے کہ آپ کو اس راستے پر جانے کے لیے اسلام کا ہار گلے سے اُتارنا ہوگا، اسلام سے اپنی بیزاری اور قطع تعلقی کا اعلان کرنا ہوگا؛ تا کہ دوسرے مسلمان آپ کے دھوکے سے محفوظ رہیں۔

نوجوانانِ ملّت! حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، خدائے ذوالجلال نے جو پردہ کا حکم فرمایا، وہ بے شمار حکمتوں پر مبنی ہے؛ کیونکہ

اگر پردہ ہوگا، تو عورت کی عزت محفوظ ہوگی۔

اگر پردہ ہوگا، تو مردوں کی نگاہیں جھکنے پر مجبور ہوں گی۔

اگر پردہ ہوگا، تو بے حیائی و بے شرمی کا دروازہ بند ہوگا۔

اگر پردہ ہوگا، تو اوباش اور منچلوں کی چھیڑ چھاڑ پر روک تھام ہوگی۔

اگر پردہ ہوگا، تو زنا کی قلت اور نسب کی حفاظت ہوگی۔
اگر پردہ ہوگا، تو دنیا کی سب سے مقدس ہستیوں ازواجِ مطہرات کی اقتدا ہوگی۔
اور اگر پردہ ہوگا تو خدائی قانون پر عمل ہوگا اور خدا کا حکم پورا ہوگا۔

لیکن آج پردہ کو غلط ثابت کرنے کے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ پردہ تنگ نظری کا ثبوت ہے، جو مرد و عورت کے باہم ملنے کو روکتا ہے اور ہر مرد و عورت پر یہ ٹھپہ لگاتا ہے کہ وہ شہوت پرست ہے، بدکار اور زناکار ہے اور یہ کہ اہلِ اسلام نے گویا تمام افراد کو بدچلن فرض کرلیا ہے کہ نہ انہیں اپنی عورتوں پر اعتماد ہے، نہ مردوں پر اعتماد ہے۔

افسوس صد افسوس!! اس عقل نادان کے استدلال پر!! مگر اس استدلال کو ذرا اور آگے بڑھایئے، ہر وہ تالا جو کسی دروازہ پر لگا ہوا ہے اس بات کا اعلان ہے کہ اس مکان مالک نے تمام دنیا کو چور فرض کرلیا ہے اور اسے کسی پر اعتماد نہیں، ہر پولیس والے کا وجود اس امر پر شاہد ہے کہ حکومت اپنی تمام رعایا کو بدمعاش سمجھتی ہے اور اسے کسی پر بھروسہ نہیں، ہر لین دین میں جو عہد و پیمان لکھا جاتا ہے، وہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایک فریق نے دوسرے فریق کو غدار اور دھوکے باز سمجھ لیا ہے اور اسے دوسرے پر اطمینان نہیں۔

حاضرین انجمن! آج کل ہمارے بعض وہ مسلمان جو انگریزی تعلیم پڑھ کر خود کو عالمِ دین؛ بلکہ علامۂ دین سمجھتے ہیں، وہ پردہ میں تخفیف یا تنسیخ کے کوشاں نظر آتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ زمانہ کے لحاظ سے احکام میں تبدیلی کی گنجائش ہے چونکہ آج

ترقی کا زمانہ ہے،
موڈریٹ زمانہ ہے،
فیشن ایبل دور ہے،
جدت پسندی کا زمانہ ہے؛

لہٰذا پردہ میں تخفیف کی جانی چاہیے تاکہ مسلمان عورت بھی ڈاکٹر اور ڈائریکٹر بن سکے، پروفیسر اور انجینئر بن سکے، کلکٹریٹ اور مجسٹریٹ بن سکے اور مسلمان عورت بھی ان تمام

کاموں میں حصہ لے سکے، جن میں دیگر اقوام کی عورتیں حصہ لے رہی ہیں اور ترقی کی ان منازل کو طے کر سکے، جنہیں دیگر عورتیں سر کر رہی ہیں اور اگر ہم نے اس جمود اور تعطل کو نہ توڑا، اگر ہم نے پردہ میں نرمی اختیار نہ کی، اگر ہم نے تخفیف کی راہ کو نہ اپنایا، تو ایک دن وہ آئے گا کہ ہم ترقی کی ریس میں سب سے پیچھے رہ جائیں گے اور سیاسی ترازو میں ہمارا وزن بہت کم رہ جائے گا۔

مگر یہ دلیل بالکل ضعیف ہے جس میں کوئی جان نہیں، انتہائی کمزور ہے، جس کی کوئی قیمت نہیں؛ بلکہ آگے بڑھ کر کہوں تو یہ دلیل دلیل نہیں ایک بکواس ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں؛ کیونکہ تم جتنے خطرات سے آگاہ کر رہے ہو، تم جتنے شبہات پیش کر رہے ہو، تم جتنے وساوس بیان کر رہے ہو اگر پردہ کی وجہ سے ہمیں یہ برداشت کرنے پڑیں تو ہم اِن کو قبول کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں۔ ہم ہر طرح کی تنزلی اور مشقت اُٹھانے کو تیار ہیں؛ مگر خدا کے حکم کو بدلنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور رہی بات زمانہ کے لحاظ سے حکم میں تبدیلی کی، تو یاد رکھیے کہ ہر کس و ناکس کے کہہ دینے سے حکم میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی، تبدیلی اس وقت کی جا سکتی ہے، جب دین کے ماہرین، قانونِ خداوندی کو جاننے والے اور اس کی اہمیت کو سمجھنے والے علمائے ربّانیین سر جوڑ کر بیٹھیں اور حالات کے لحاظ سے کسی مسئلہ پر خفت یا تبدیلی کی ضرورت محسوس کریں یا تبدیلی اس وقت کی جا سکتی ہے، جب اس حکم کا مقصد اس تبدیلی کے بعد بھی حاصل ہو رہا ہو، یا کم از کم اس کی غرض و غایت کلّی طور پر فوت نہ ہو رہی ہو۔

اور اگر اس حکم کا مطلوب و مقصود تبدیلی کے بعد حاصل نہ ہو رہا ہو یا اس حکم کے مقصد کے بالکلیہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر تبدیلی یا تخفیف کی قطعی طور پر کوئی گنجائش نہیں، یا اسی طرح اگر چند بے نمازی اکٹھے ہو کر نماز میں تبدیلی کرنا چاہیں،

یا کچھ روزے خور، گرمی کے لحاظ سے روزہ کی فرضیت میں خفت کا مطالبہ کریں،

یا کچھ غریب لوگ قلّتِ معاش کے سبب سود کی حرمت میں تبدیلی کرنا چاہیں، تو ہرگز تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

پس اگر ہم پردہ میں تخفیف کرتے ہیں، تو پردہ کا جو مقصد ہے اس حکم سے شریعت کا جو منشا ہے، وہ حاصل نہیں ہو رہا ہے؛ کیونکہ پردہ کا مقصد نفسانی خواہشات کو ختم کرنا، صنفی انتشار کو روکنا اور بے شرمی و بے حیائی کو مٹانا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے شارع نے تین حفاظتی پہلوؤں کو اختیار کیا تین ستونوں کو قائم کیا: (۱) اصلاحِ اخلاق، (۲) تعزیری قوانین (۳) پردہ۔

اب ذرا اپنے معاشرے کا جائزہ لیجئے! آج کے اس بگڑے ہوئے معاشرے میں پہلے ستون یعنی اصلاحِ اخلاق کی تعمیر تقریباً منہدم ہو چکی ہے۔

کیا آج غضِ بصر کا کہیں وجود ہے؟

کیا آج عورت کو دیکھ کر نظریں جھکانے والا کوئی مرد ہے؟

کیا آج آنکھ اور زبان کا زنا نہیں ہو رہا ہے؟

کیا آج مسلمان عورتیں بھی اظہارِ زینت اور نمائش حسن نہیں کر رہی ہیں؟

کیا آج نوجوان لڑکیاں ٹھیک وہی لباس نہیں پہن رہی ہیں، جس لباس کو مسلمان عورت باپ اور بھائی کے سامنے بھی نہیں پہن سکتی؟

الغرض کیا کیا بتایا جائے، کہاں تک بتایا جائے، حالات بد سے بدتر ہو چکے ہیں اور معاملہ وہاں تک پہنچ چکا ہے، جس کو بیان کرنے سے زبان عاجز و قاصر ہے۔

اور اگر آپ دوسرے ستون کو دیکھیں گے، تو وہ بھی پہلے ہی کے مشابہ نظر آئے گا؛ بلکہ اخلاق کی عمارت تو صرف منہدم ہوئی تھی، تعزیرات کے قوانین کا محل تو زیر زمین دفن ہو چکا ہے؛ کیونکہ ہمارے ملک میں

بے شرمی و بے حیائی پر کوئی سزا نہیں!

آنکھ اور زبان کے زنا پر کوئی سزا نہیں!

عورت اپنی عزت خود گنوائے تو کوئی سزا نہیں!

بلکہ اگر رضامندی ہو تو حقیقی زنا پر بھی کوئی سزا نہیں!

تینوں ستون میں سے دوستون تقریباً معدوم ہو چکے، لے دے کر ایک ستون پردہ بچا ہے، جس پر پورے اسلامی معاشرہ کی بنیاد قائم ہے۔

پردہ کی تخفیف کا مطالبہ کرنے والوں سے میرا سوال ہے کہ آپ اس ستون کو گرا کر معاشرہ کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، یا بلاستون کے عمارت کو باقی رکھنا چاہتے ہیں؟ اگر آپ بلاستون کے عمارت کو باقی رکھنا چاہتے ہیں، تو اپنے کو عقلمند کہنا چھوڑ دیجیے اور اگر آپ ستون گرا کر معاشرہ کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، تو اپنے کو مسلمان کہنا چھوڑ دیجیے۔

عزیزانِ ملّت! آج پردہ دار خواتین کو دیکھ کر لگتا ہے کہ تیسرا ستون بھی کافی کمزور ہو چکا ہے، جس کا مسالہ جھڑ جھڑ کر گر رہا ہے، اس لیے اب حالات خفت کے نہیں شدت کے متقاضی ہیں، اگر حالات ہی کا اعتبار کرنا ہے، تو اب پردہ میں نرمی کے بجائے سختی کی ضرورت ہے، اب تساہل سے کام نہیں چلے گا تشدد کو اپنانا ہوگا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

رواجِ بے حجابی خوشنما کانٹوں کی مالا ہے
نئی تہذیب سے ہوشیار یہ تاریک اُجالا ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

اسلام میں غلامی کا مسئلہ

"جن کے یہاں غلام تو غلام آزاد لوگوں کو بھی غلاموں کے درجے میں رکھا جاتا ہے" انہیں کے مذہب کی مزید تعلیمات ملاحظہ فرمائیں:

"سزائے قتل کے مقام میں برہمن کو مونڈ مونڈانا یہی سزا ہے اور دیگر قوم کو قتل کی سزا دینا چاہیے"۔ (منوسمرتی ادھیائے ۸ شلوک ۳۷۹)

"جو ادنیٰ ذات کا آدمی (شودر) اعلیٰ ذات کے آدمی (برہمن) کے برابر بے ادبی سے ایک ہی جگہ بیٹھ جائے اس کے پچھلے حصہ پر نشان لگا کر راجہ یا اس کو ملک بدر کر دے یا اس کی سُرین کٹوا دے"

(منوسمرتی ادھیائے ۸ شلوک ۲۸۳)

"اگر برہمن کے سر کے بال یا اس کے پاؤں یا اس کی ڈاڑھی یا اس کا گلا پکڑ لے تو راجہ بلا تامل اس کے ہاتھ کٹوا دے"۔

(منوسمرتی ادھیائے نمبر ۸ شلوک ۲۸۳)

اسلام میں غلامی کا مسئلہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنَّ عَلٰی عِبَادِہٖ بِفَکِّ الرِّقَابِ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الَّذِیْ أَشْبَعَ الْاَرْضَ وَالسَّمَاءَ وَالسَّحَابَ أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ (الحجرات:۱۳)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

صدرِ جلسہ، معزز علمائے کرام اور سامعین عظام! جب صحرائے عرب میں وہ تارہ چمکا، جس نے نگاہوں کو خیرہ کر دیا تھا اور کفر و شرک کی تاریکی میں وہ نورِ الٰہی نمودار ہوا، جس نے تمام تر طاغوتی قوتوں کو خس و خاشاک میں ملا دیا تھا اور ضلالت و گمراہی میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو ہدایت و روشنی کے مینارۂ نور پر پہنچا دیا تھا، ظالمانہ بلکہ وحشیانہ افعال کا ارتکاب کرنے والوں کو منصفانہ اور ہمدردانہ اخلاق کا بہترین نمونہ بنا دیا تھا اور پوری دنیا کے سامنے وہ نظامِ تمدن پیش کیا تھا، جس نے ہر کس و ناکس کو اس کی طرف جھکنے اور مائل ہونے پر مجبور کر دیا تھا، تو دنیائے کفر و شرک کے سر پر یہ خطرہ منڈلانے لگا کہ کہیں اسلام کی ان تعلیمات کی بدولت دنیا سے کفر و شرک کا خاتمہ نہ ہو جائے؛ چنانچہ انہوں نے کفر و شرک کے

قلعہ کو مسمار ہونے سے بچانے کے لیے یہ حربہ اختیار کیا کہ اسلام کی خوبیوں کو برائیوں کے عنوان سے بدل دیا اور دنیا کو یہ دکھانے کی کوشش کی کہ اسلام میں برائیاں ہی برائیاں ہیں اور پُرزور طریقہ سے اسلام کو بدنام کرنا شروع کیا تاکہ لوگ اسلام سے نفرت کرنے لگیں اور اس سے برگشتہ ہوجائیں اور اس مقصد کے لیے پے در پے اعتراضات کا ایک بلاخیز طوفان کھڑا کردیا گیا۔

دنیائے انسانیت کو یہ غلط پیغام پہنچانے کی کوشش کی گئی کہ اسلام انسانوں کی آزادی چھیننے والا مذہب ہے، وہ ایک آزاد انسان کو غلام بنانے کا روادار ہے، وہ انسانیت کی حق تلفی کا حمایتی اور طرفدار ہے، چنانچہ آج میری گفتگو کا موضوع یہی غلامی کا مسئلہ ہے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ غلامی کی اصل اور حقیقت کیا ہے؟ چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا ''اشرف علی تھانوی'' نور اللہ مرقدہٗ ''اشرف الجواب'' صفحہ ۳۳ پر غلامی کی اصل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں مخلوق کی جان بچائی گئی ہے؛ کیونکہ جب ایک دشمن مسلمانوں کے مقابلہ میں فوج کشی کرتا ہو اور اس کے ہزاروں لاکھوں آدمی مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہوں، تو ان قیدیوں کو کیا کرنا چاہیے

کیا ان سب کو یکلخت رِہا کردیا جائے؟

یا ان سب کو قتل کردیا جائے؟

اگر سب کو قتل کردیا جائے، تو یہ انسانیت پر ظلم عظیم ہوگا اور اگر سب کو یکلخت رِہا کردیا جائے، تو یہ حماقت ہوگی کہ جن دشمنوں نے حملہ کیا ان کے اتنے آدمیوں کو رِہائی دے کر پھر فوج کشی کا موقع دے دیا جائے، اس لیے اسلام تیسری صورت کو اختیار کرتا ہے کہ رفتہ رفتہ غلاموں کو آزاد کیا جائے تاکہ کوئی فتنہ وفساد واقع نہ ہو۔

مگر مغربی مفکرین اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور وہ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اسلام نے غلاموں کو ایک دم کیوں ختم نہیں کیا؟

ان کا اعتراض گویا اِس بات کی غمازی کرتا ہے کہ دورِ نبوت میں صرف ایک غلامی کا ہی

مسئلہ دنیا میں موجود تھا جس کی اصلاح ضروری تھی اور گویا آپ ﷺ کے پاس کوئی جادوئی چھڑی تھی، جسے گھما کر آپ ایک دم غلامی کے مسئلے کو ختم کر دیتے؛ حالانکہ جب ہم عربوں کی زندگی کو دیکھتے ہیں، تو وہ

کفر و شرک میں مبتلا نظر آتے ہیں،
خدا کے منکر اور خدا سے بے تعلق نظر آتے ہیں،
علم و حکمت کے دشمن اور تہذیب و تمدن سے نا آشنا نظر آتے ہیں،
افعالِ قبیحہ اور اخلاقِ ذمیمہ میں ملوث نظر آتے ہیں۔

الغرض کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ انسانیت کے بجائے حیوانیت کی زندگی گزار رہے تھے، اگر اس جہالت کے ماحول میں یکلخت تمام غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دے دیا جاتا، تو کیا وہ ایسا کر سکتے تھے؟ اور اگر بالفرض وہ ایسا کر بھی لیتے، تو کیا غلامی سے نجات مل جاتی؟ نہیں ہرگز نہیں؛ کیونکہ جب ان میں جذبۂ رحم نہ ہوتا، ان میں کرم کی عادت نہ ہوتی، خدا کی ذات پر یقین اور اس کی بشارات پر اعتماد نہ ہوتا اور غلاموں کو آزاد کر دیئے جانے کا حکم ہو جاتا اور اس کے نتیجہ میں غلاموں کی ایک بڑی تعداد اکٹھی ہو جاتی تو وہ آزاد لوگوں کا قتلِ عام شروع کر دیتی یا آزاد لوگ غلاموں کو قتل کرنا شروع کر دیتے اور ان کی نسلیں مٹا دیتے، یعنی اگر اس کشمکش میں غلام غالب آ جاتے، تو آزاد لوگوں کو ختم کر ڈالتے، یا انہیں غلام بنا لیتے اور اگر آزاد لوگ غالب رہتے، تو وہ غلاموں کو مٹا دیتے یا پھر سے غلام بنا لیتے، تو معاملہ یا تو ایسا ہی رہتا یا اس سے بھی بدتر ہو جاتا اور اس رسم سے انسانیت کو کبھی چھٹکارا نہ ملتا۔

اور اگر ان تنگ نظر اور تعصب۔ پرست معترضین کے مطابق سب سے زیادہ غلامی ہی کے مسئلہ پر زور دیا جاتا، تو نتیجۃً غلاموں کی ایک بڑی تعداد آپ ﷺ کے گرد جمع ہو جاتی اور ہر کام میں پیش پیش رہتی، تو یہ دشمنانِ اسلام پھر یہ اعتراض کر دیتے کہ اسلام کی اشاعت غلاموں کی وجہ سے ہوئی ہے، غلاموں نے اپنی آزادی کے لالچ میں "محمد" ﷺ

کا ساتھ دیا، اگر غلام نہ ہوتے، تو اسلام کا نام ونشان نہ ہوتا؛ اس لیے حکمتِ عملی سے کام لیا گیا اور ایسا راستہ اختیار کیا گیا، جس سے غلامی کی رسم بھی ختم ہوجائے اور دشمنوں کو اعتراض کا موقع بھی ہاتھ نہ آئے۔

اور جو آدمی اسلامی تاریخ سے واقف ہوگا، اسے یہ کہنے میں ذرّہ برابر بھی تامّل نہ ہوگا کہ غلامی کو مٹانے کے سلسلے میں اسلام نے جو طریقہ اختیار کیا، وہ اُن حالات کے لحاظ سے ایسا طریقہ تھا کہ اُس سے بہتر کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا؛ کیونکہ جب مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جارہے تھے اور پوری دنیا نے انہیں مشقِ ستم بنایا ہوا تھا، ایسے مشکل ترین وقت میں اگر یہ اعلان کردیا جاتا کہ مسلمانوں کو غلام بنانے کی قطعاً اجازت نہیں ہے کوئی جنگ میں قید بھی ہوجائے، تو بھی اسے غلام نہیں بنایا جاسکتا، تو ذرا اندازہ لگائیے کہ دشمنوں کے حوصلے کتنے بلند ہوجاتے؛ کیونکہ انہیں معلوم ہوتا کہ ہم تو مسلمانوں کو غلام بناسکتے ہیں؛ مگر مسلمان ہمیں غلام نہیں بناسکتے، تو وہ کس قدر بے خوفی سے لڑتے، نتیجہ یہ ہوتا کہ جنگوں کا سلسلہ دراز ہوجاتا، دشمنوں کے حملوں میں اضافہ ہوجاتا اور مسلمانوں کی اکثریت کو غلام بنالیا جاتا۔

حاضرین گرامی! اسلام میں باضابطہ غلام بنانے کا کوئی قانون نہ قرآن میں موجود ہے اور نہ ہی حدیث میں موجود ہے۔ اور اگر کسی جنگی مصلحت کی بنا پر کسی قیدی کو غلام بنالیا جائے تو اسلام اس کو وہ حقوق دیتا ہے جس کا کسی دوسرے مذہب اور دوسری قوموں میں تصور بھی نہیں؛ مگر حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مستشرقین کی تقلید میں وہ لوگ بھی اس کے انسانیت کے خلاف ہونے کا دعویٰ کررہے ہیں، جن کے یہاں غلام تو غلام آزاد لوگوں کو بھی غلاموں کے درجہ میں رکھا جاتا ہے؛ بلکہ غلاموں کے درجہ سے بھی نچلے درجہ میں رکھا جاتا ہے، زیادہ کچھ کہنے کا وقت نہیں ہے، بس ایک دو شلوک بطور نمونہ اور سیمپل (Sample) کے آپ کو سناتا ہوں؛ چنانچہ اُٹھائیے رگوید اور دیکھئے منڈل ۳ سوکت ۵۳ اور منتر ۱۴

”رگ وید“ کہتا ہے کہ نیچی ذات والا اگر اونچی ذات والے کا پیشہ اختیار کرتا ہے تو

راجہ اس کی دولت چھین کر اسے ملک بدر کر دے۔

دیکھئے! کس قدر وحشیانہ قانون ہے، کیسا جنگل راج ہے اور کیسا ظالمانہ دستور ہے کہ دونوں آدمی آزاد ہیں، کوئی کسی کا غلام نہیں؛ لیکن ذات کمتر ہونے کی وجہ سے بڑی ذات والے کا پیشہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں۔

میں آپ کو بتاتا چلوں کہ ہندو دھرم میں آزاد انسانوں کے چار طبقے ہیں: سب سے اوّل درجہ بَرَہْمَن کا ہے، دوسرا درجہ شَتْرِی کا ہے پھر وَیشْیَہ اور پھر شُوْدْرْ چوتھا طبقہ یعنی شُوْدْرْ سب سے ذلیل وحقیر طبقہ ہے اور اس کی ذلت ہندو ہونے کی وجہ سے اختیاری نہیں؛ بلکہ اضطراری ہے؛ چنانچہ اٹھایئے ''منوسمرتی'' اور دیکھئے ادھیائے نمبر ۲ اور شلوک نمبر ۳۱ ''منوسمرتی'' کہتی ہے

(ब्रहमण) بَرَہْمَن کے نام میں لفظ منگل (نیکی) شامل کرنا چاہیے،

(क्षत्रिय) شَتْرِی کے نام میں لفظ بل (طاقت) شامل کرنا چاہیے،

(वैश्य) وَیشْیَہ کے نام میں لفظ دھن (دولت) شامل کرنا چاہیے،

(शूद्र) شُوْدْرْ کے نام میں لفظ نندا (ذلّت) شامل کرنا چاہیے؛

لیکن

قرآن نے کسی انسان کو غلام بنانے کے لیے نہیں کہا،

حدیث نے کسی انسان کو غلام بنانے کے لیے نہیں کہا،

فقہِ اسلامی نے کسی انسان کو غلام بنانے کے لیے نہیں کہا،

چہ جائے کہ کسی انسان کے نام کے ساتھ لفظ ذلّت شامل کرنے کو کہا جاتا لیکن یہاں تو ''منو جی مہاراج'' باقاعدہ ہندو دھرم کے قانون میں یہ دفعہ شامل کر رہے ہیں کہ طبقۂ شُوْدْرْ کے ساتھ لفظ نندا جوڑ دینا چاہیے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر،
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر!

پڑی اپنی برائیوں پہ جو نظر،
تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا!

سامعین باتمکین! آیئے اب ایک نگاہ ان حقوق پر بھی ڈالتے چلیں جو غلاموں کے لیے اسلام نے بیان کیے؛ چنانچہ اسلام نے غلاموں سے حسنِ سلوک کی تعلیم دی اور اہلِ اسلام نے اس حکم پر ایسا عمل کیا کہ خود وہ غلام بھی ان کے اس قدر اچھے سلوک سے شرمندہ ہونے لگے جیسے بدر کے قیدیوں کو جب صحابہ اپنے گھر لے گئے، تو تنگدستی کی وجہ سے صرف ایک ہی آدمی کے لیے روٹی سالن بنتا تھا۔ اور بقیہ لوگ کھجور پانی پر گزارہ کرتے تھے؛ مگر تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے وہ روٹی سالن قیدی اور غلام کو کھلایا ہے اور خود کھجور پانی پہ گزارہ کیا ہے اور مسلمانوں کے اس قدر حسنِ سلوک کو دیکھ کر ان قیدیوں کو شرم آنے لگی اور وہ کہنے لگے کہ ہم کھجور کھالیا کریں گے، تم لوگ روٹی سالن کھالیا کرو، مگر صحابہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ نہیں یہ ہمارے پیغمبر کی تعلیم ہے کہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

اسی پر بس نہیں؛ بلکہ اسلام نے غلاموں کی تعلیم وتربیت پر دوہرے اجر وثواب کی بشارت دی، جس کی بدولت بعض غلاموں کو وہ خوشحال زندگی نصیب ہوئی کہ وہ رشکِ احرار بن گئے وہ معاشرے کے

معلم بنے

استاد بنے

محدث بنے

فقیہ بنے

وزیر بنے

کمانڈر بنے

حتیٰ کہ علاقہ کے گورنر بنے۔

اور تعلیمی میدان میں ترقی کے ذریعہ غلام اس قدر علمی مقام پر جا پہنچے کہ ان کے بارے میں تاریخ بتاتی ہے کہ

ایک غلام استاذ گھوڑے پر سوار چلتا تھا اور ہزاروں آزاد تلامذہ حصولِ علم کے لیے پیدل اس کے پیچھے دوڑتے تھے۔

جب اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے پر جہنم سے خلاصی اور جنت میں دخول کا پروانا سنایا، تو اس خبر کو سنتے ہی اسلامی معاشرہ میں غلاموں کو آزاد کرنے کا ایک عام رواج چل پڑا تھا؛ بلکہ بہت سے لوگ تو غلاموں کو صرف اس بنا پر خریدتے تھے کہ انہیں آزاد کر کے جنت کے مستحق ہو جائیں؛ چنانچہ آپ صحابہ کرام کی زندگیوں کو اُٹھا کر دیکھئے! اس میں آپ کو ملے گا کہ

حضرت ''ابو بکرؓ'' نے سینکڑوں غلام آزاد کیے۔

حضرت ''حکیم بن حزامؓ'' نے سینکڑوں غلام آزاد کیے۔

حضرت ''ذوالکلاع حمیریؓ'' نے چار ہزار غلام آزاد کیے۔

اسلامی تہذیب کے تربیت یافتہ افراد کی دریادلی اور فیاضی دیکھئے، کہ ایک آدمی تنِ تنہا چار ہزار غلام آزاد کر رہا ہے اور یہ بات صرف اسلامی معاشرہ کے افراد ہی میں نہ تھی؛ بلکہ اسلامی حکومت میں بھی غلاموں کو آزاد کرنے کی ایک عام فضا تھی۔ چنانچہ

غزوۂ بنی مصطلق کو دیکھو! دشمن کے چھ سو ۶۰۰ افراد غلام بنا لیے گئے مگر سب کے سب آزاد کر دیے گئے۔ صلح حدیبیہ کو دیکھو! اَسّی ۸۰ جنگجوؤں نے حملہ کیا سب گرفتار ہوئے؛ مگر سب کے سب آزاد کر دیے گئے۔ غزوۂ حنین کو دیکھو! چھ ہزار ۶۰۰۰ افراد غلام بنائے گئے؛ مگر سب کے سب آزاد کر دیے گئے۔ فتح مکہ کو دیکھو! سارا مکہ غلام بنایا جا چکا تھا مگر سب کے سب آزاد کر دیے گئے۔

الغرض غلاموں کو آزاد کرنے کے سلسلے میں اسلامی تاریخ کا باب انتہائی تابناک نظر آتا ہے، حضور ﷺ سے لے کر خلافتِ راشدہ کے دَور تک تقریباً چالیس ۴۰ برس کے عرصہ

میں لاکھوں غلاموں کو غلامی سے نجات بخشی گئی اور اس کے بعد جو افراد آزاد کیے گئے ان کا شمار تاریخ میں موجود نہیں۔

اس لیے ہم یہ بات بانگِ دہل کہہ سکتے ہیں کہ دنیا سے غلامی کا خاتمہ اسلام ہی کی دین ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب میں اسلام کی حقانیت جاگزیں فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

پیغمبر اسلام
اغیار کی نظر میں

❁

''محمد (ﷺ) زندگی کا ایک جگمگاتا ہوا نُور تھا جسے قدرت نے اپنے سینے پھاڑ کر دنیا کو روشن کرنے کے لیے بھیجا تھا، موجودات کا عظیم ہیبت ناک اور تابناک راز اس کی آنکھوں کے سامنے چمک اُٹھا اور بلاشبہ اس کے لیے امرِ ربانی یہی تھا''۔

(Heros and hero worship by Thomas Carlayal)

''جب کبھی میں ان (محمد ﷺ) کی حیات کا مطالعہ کرتی ہوں تو عرب کے اس عظیم معلم کے لیے ایک نیا طرزِ تعریف اور احترام واکرام کا ایک نیا احساس میرے اندر پیدا ہو جاتا ہے''۔

(The life and teachings of Muhammad by mrs. Annis Besent)

❁

پیغمبرِ اسلام اغیار کی نظر میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ. وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بَلَّغَ رسالات الله إلى عباده . وعلى آله وأصحابه أَمَّا بَعْدُ!

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخَرَ: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

نہیں کوئی نبی نبیوں میں بھی میرے نبی جیسا
حبیبِ کبریا جیسا رسول مجتبیٰ جیسا

بہت آئے نبی دنیا میں لیکن آسماں شاہد
نہیں آیا نبی کوئی محمد مصطفیٰ جیسا

زمیں نے بھی نہیں دیکھا فلک نے بھی نہیں دیکھا
کسی نے بھی نہیں دیکھا حسیں خیر الوریٰ جیسا

صدر محترم، قابلِ قدر علمائے کرام اور سامعین عظام! میں آج کی اس عظیم الشان محفل میں اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا اقرار کرتے ہوئے اس ہستی کے تذکرہ کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جس کی پیدائش انسانیت کے لیے رحمت تھی۔

جس کا بچپن پھولوں کی طرح بے داغ تھا۔

جس کی جوانی عفت و پاکبازی کا نمونہ تھی۔

اور جس کی زیست کا ایک ایک لمحہ سورج کی طرح صاف وشفاف تھا۔

مگر میں حیران و پریشان ہوں، سوچ رہا ہوں کتابِ زندگی کا کونسا ورق کھولوں، چمنستانِ سیرت کا کون سا گلدستہ پیش کروں۔

آپ اگر ایک طرف تہذیب وتمدن کے مربی تھے، تو وہیں دوسری طرف معاشرت و اخلاق کے مصلح بھی تھے۔ آپ اگر ایک طرف صاحبِ سیادت و قیادت تھے، تو دوسری طرف حاملِ نبوت و رسالت بھی۔ آپ اگر ایک طرف توکل و انابت اور صبر و قناعت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، تو دوسری طرف زہد وعبادت اور مروت وشجاعت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ اور آپ کی انہی خصوصیات کو بیان کرنے کے لیے ہزاروں قلموں کو جنبش میں ڈالا گیا، لاکھوں زبانوں کو حرکت میں لایا گیا اور کروڑوں صفحات کو آپ کی خوبیوں سے مزین کیا گیا؛ مگر بالآخر مجبور ہو کر یہی کہنا پڑا کہ: ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

محترم حضرات!

آپ ﷺ کفر وضلالت میں مبتلا لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے تھے۔ آپ اپنی قوم کی ہدایت کے لیے کبھی شعبِ ابی طالب میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں۔

کبھی طائف میں لہولہان ہونا گوارا فرماتے ہیں!

کبھی اُحد میں دندان مبارک شہید کرواتے ہیں!

کبھی خندق میں پیٹ پر پتھر باندھتے ہیں!

لیکن ان سب تکالیف اور مشقتوں کے باوجود آپ اپنی زبان پر حرفِ شکایت نہیں لاتے؛ بلکہ خود فرشتہ آ کر کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی اجازت دیجیے دونوں پہاڑوں کو ملا کر انہیں پیس کر رکھ دوں؛ لیکن آپ ﷺ اس کو گوارا نہیں فرماتے؛ بلکہ ان کے حق میں بددعا کے بجائے دعائے رحمت فرماتے ہیں؛ چنانچہ "مسٹر جی ویل" کو یہ کہنا پڑا کہ بے شک محمد ﷺ نے گمراہوں کے لیے ایک بہترین ہدایت قائم کی اور "لالہ لاجپت رائے" کو یہ کہنا پڑا کہ میری رائے میں ہادیانِ دین اور رہبرانِ بنی نوعِ انسان میں ان کا درجہ بہت اعلیٰ ہے۔

اسی طرح پنڈت "رام دیو" صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ "حضرت محمد ﷺ ان برگزیدہ مذہبی ہادیوں میں سے ہیں جنہوں نے دنیا کی تاریخ پلٹ دی ہے اور لوگوں کے خیالوں میں ایسا انقلاب پیدا کر دیا ہے جس کا اثر کئی صدیوں تک رہے گا"۔

حضرات سامعین! پیغمبر اسلام کی شخصیت کا جو سب سے اعلیٰ پہلو ہے، وہ آپ کے اخلاقِ حسنہ ہیں۔ میں اسی ایک پہلو پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتا ہوں، بلکہ یہ تعبیر غلط ہوگی یوں کہا جائے کہ میں اسی پہلو سے کچھ روشنی حاصل کرنا چاہتا ہوں؛ چنانچہ جب ہم قرآن سے پوچھتے ہیں کہ قرآن ہمیں بتا کہ محمد ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ تو ہمیں قرآن یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے: "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" کہ محمد ﷺ بلند ترین اخلاق کے حامل تھے۔ جب ہم صحابہ سے پوچھتے ہیں کہ اے جاں نثارانِ نبوت! ذرا بتاؤ محمد ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ تو ہمیں امی عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتی ہوئی نظر آتی ہیں: "کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن" کہ محمد ﷺ کے اخلاق بعینہ وہی اخلاق تھے جو قرآن نے پیش کیے۔ جب ہم نبی کے مخالفین بلکہ معاندین سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ محمد ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ تو فتح مکہ کے حوالہ سے وہ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ: محمد ﷺ شرافت و بزرگی کے حامل، رحم و کرم کے خوگر اور عفو و درگزر کو پسند کرنے والے تھے۔

اور جب ہم نبی کی سیرت کو مطعون کرنے والے، آپ کی ذات کو مجروح کرنے والے اور آپ کی عیب جوئی میں برسہا برس کھپا دینے والے مستشرقین سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ تم نے محمد ﷺ کے اخلاق کو کیسا پایا؟ تو وہ بھی آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ اور اوصافِ حمیدانہ کا اعتراف کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں؛ چنانچہ آپ ﷺ کے تہذیب و تمدن کی عمدگی کو فراموش نہ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے مسٹر ''جُوا کیم دِیِ بُوائف'' (Mr. Javakimde boyf) کہتے ہیں کہ ''دنیا پر واجب ہے کہ پیغمبر اسلام نے تہذیب و تمدن کا جو حیرت انگیز اثر دنیا پر ڈالا ہے اس کو کبھی فراموش نہ کرے''۔

سابق وزیر حکومتِ ہند ''مِسٹر اَجِیت پرشاد جَیْن'' غیر مسلموں کو بھی آپ ﷺ کی زندگی سے سبق حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''آپ ﷺ نے جو پیغام دیا ہے، وہ تمام کائنات کے لیے ہے، اگر صحیح جذبہ کے ماتحت دیکھا جائے تو غیر مسلم بھی ان کی تعلیم اور زندگی سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں''۔

''مہاتما ستیہ دھاری'' اپنی کتاب ''بحر نبوت'' میں لکھتے ہیں کہ ''حضرت محمد ﷺ کی زندگی دنیا کو بے شمار سبق پڑھاتی ہے ان کی ہر حیثیت دنیا کے لیے سبق دینے والی ہے بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ، سمجھنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو''۔

اسی طرح آپ ﷺ کے رحم و کرم عفو و درگزر اور عدل و انصاف کی شہادت دیتے ہوئے لیفٹیننٹ ''کرنل سائکس'' کہتے ہیں کہ ''حضرت محمد ﷺ کے حالاتِ زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص آپ کی سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا''۔

اور ''مسٹر ولیم ڈیڈ'' (Mr. Williom dad) کہتے ہیں کہ ''حضرت محمد ﷺ اپنے دائرۂ حکومت میں پورا اختیار رکھتے تھے؛ لیکن پھر بھی دشمنوں کے مقابلے میں آپ ہمیشہ نرمی اور انصاف سے کام لیتے تھے اور آپ کا وہ کمال جو آپ نے فتح مکہ کے بعد مخالفوں کے حق میں ظاہر کیا اخلاقِ انسانی کا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے''۔

اور آپ ﷺ کی صداقت وسچائی اور امانت و دیانت کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ''ای

وی اے فریمن'' (Dr. E.V.A. Freeman) لکھتا ہے کہ ''حضرت محمد بڑے پکے راست باز اور سچے ریفارمر تھے''۔

دشمنانِ اسلام نے پیغمبرِ اسلام کے ساتھ

جو زیادتیاں کیں،

جو ناانصافیاں کیں،

جو بدعنوانیاں کیں،

جو بدزبانیاں کیں،

جو بہتان تراشیاں کیں،

اور جو دشنام طرازیاں کیں،

ان تمام کو رَد کرتے ہوئے اور انہیں غلط قرار دیتے ہوئے ''سُوامِی بِرِج نَارَائِن جِی'' (Swami Brij Narayan ji) کہتے ہیں کہ ''دنیا کے پیغمبروں اور اَوتاروں میں سب سے زیادہ ناانصافی اگر کسی کے ساتھ کی گئی ہے اور سب سے زیادہ ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے اور سب سے زیادہ جھوٹ اگر کسی پر بولا گیا ہے تو وہ رسولِ عربی حضرت محمد بن عبداللہ ہیں''۔

پھر آگے چل کر کہتے ہیں کہ ''سب سے زیادہ ظلم جو پیغمبر اسلام پر کیا گیا وہ یہ تھا، کہ آپ پر طرح طرح کے بہتان تراشے گئے اور طرح طرح کے الزام لگا کر آپ کو دنیا میں وحشی، خونخوار اور بے رحم دکھایا گیا''۔

مِسٹر جارج سَیل (Mr. Jarg sel) تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ''میں نے اپنی تحقیقات میں ایسا کوئی ثبوت نہیں پایا جس سے حضرت محمد ﷺ کے دعویٰ رسالت میں شبہ ہو سکے یا ان کی مقدس ذات پر مکر وفریب کا الزام لگایا جاسکے''۔

جو منصف ہیں وہ سب تعریف کرتے ہیں محمد کی
مسلماں ہو کہ ہندو ہو، وہ سکھ ہو یا ہو عیسائی

او نبی کی زندگی پر اعتراض کرنے والو! شمعِ نبوت کو بجھانے کی ناپاک کوشش کرنے والو! پیغمبرِ اسلام کی چادرِ رحمت کو ظلم کا پہاڑ بتانے والو! انسانیت کے غمگسار کو انسانیت کے لیے ضرررساں بتانے والو! یہ شہادتیں تمہارا گریبان پکڑ کر تمہیں جھنجھوڑ رہی ہیں، تمہاری رگِ حمیت کو للکار رہی ہیں اور تم سے چیخ چیخ کر سوال کر رہی ہیں کہ

کیا ہم تمہارے اعتراضات کا جواب نہیں؟

کیا ہم تمہارے الزامات کی کھلی تردید نہیں؟

کیا ہم تمہارے اتہامات کے غلط ہونے کا واضح ثبوت نہیں؟

کیا ہم تمہارے اشکالات کا تشفی بخش جواب نہیں؟

محمد عربی کی محبت کا دعویٰ کرنے والو! اپنے آپ کو آخری نبی کا امتی کہلانے والو! خیر امت اور افضل امت کا خطاب پانے والو! اللہ اور اس کے رسول کی عاشقی کا دم بھرنے والو! بلکہ اپنے لیے وارثین انبیاء کا لقب مختص کرنے والو! کیا تم کھانا کھلانے کے فضائل بھول گئے؟ کیا تمہیں پانی پلانے کے اجر وثواب کی بشارتیں یاد نہیں؟

آج ساری دنیا بھوک سے بلبلا رہی ہے، تم سے کھانا مانگ رہی ہے؛ مگر تم کھانا کھلانے کے لیے تیار نہیں، آج پورا عالم پیاس کی شدت سے بے چین ہے، تم سے پانی کا سوال کر رہا ہے تمہارے پاس پانی موجود ہے؛ مگر تم پانی پلانے کے لیے تیار نہیں۔ ہاں ہاں تم نے پوری دنیا کو بھوکا اور پیاسا مار رکھا ہے؛ کیونکہ تمہارے پاس کھانا موجود ہے، قرآن کی شکل میں، تمہارے پاس پانی موجود ہے اخلاقِ نبوی کی شکل میں۔

اے امتِ اسلامیہ کے فرزندو! اے وارثینِ انبیاء! آج کی سسکتی، بلکتی دنیا کو قرآن کی غذا پیش کر دو، اخلاقِ نبوی کا جام پلا دو، پھر دیکھنا یہ سارے بھوکے پیاسے دردر کی ٹھوکریں کھائے ہوئے تمہاری طرف دوڑ کر آئیں گے اور ابد تک تمہارے شکر گزار رہیں گے۔

اللہ رب العزت ہمیں پیغامِ حق کی نشر واشاعت کے لیے قبول فرمائے۔ آمین

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ.

اسلام میں سزائیں وحشیانہ یا منصفانہ؟

(۱) ''اگر ایک شودر کسی دوتج عورت سے زنا کرے تو اس عورت کے کنواری ہونے پر، اس کا وہ عضو کاٹا جائے گا جس سے اسنے ارتکابِ جرم کیا ہے اور اس کی تمام جائیداد ضبط کی جائے گی اور اگر وہ عورت شادی شدہ ہو تو وہ اپنی ہر چیز حتیٰ کہ جان سے بھی محروم کر دیا جائے گا''۔

(منوسمرتی ادھیائے ۸ شلوک نمبر ۳۲۲)

(۲) ''اگر چوری کیا گیا مال پچاس گنڈے (سکۂ رائج الوقت) اوپر اور سو گنڈے کے اندر ہو تو اس کے چرانے میں ہاتھ کاٹنا اور پچاس گنڈے کے نیچے جتنا ہو اس کا گیارہ گنا تاوان دینا''۔

(منوسمرتی ادھیائے نمبر ۸ شلوک نمبر ۳۲۲)

(۳) ''جس جس عضو سے دوسرے کی چیز کو چُراوے اس عضو کو کاٹ دینا چاہیئے''۔ (موسمرتی ادھیائے نمبر ۸ شلوک نمبر ۳۲۶)

اسلام میں سزائیں وحشیانہ یا منصفانہ؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَبْدَعَ الْأَفْلَاکَ وَالْأَرْضِیْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ، وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ (البقرة)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

جناب صدر، معزز علمائے کرام، دانشورانِ عظام اور میرے عزیز برادرانِ وطن!

اسلام ایک ہمہ گیر و آفاقی مذہب ہے، جو اگر ایک طرف اپنے ماننے والوں کو عبادت و ریاضت کا طریقہ سکھاتا ہے، تو وہیں دوسری طرف معاملات اور معاشرت میں بھی ان کی مکمل رہنمائی کرتا ہے، وہ اگر ایک طرف معاشرہ کو امن و سکون کا گہوارہ بنانے کے لیے اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، تو وہیں دوسری طرف فتنہ و فساد برپا کرنے والوں کے لیے سزائیں بھی تجویز کرتا ہے اور یہی اس کے محبوب و مقبول ہونے کی خاص وجہ ہے کہ وہ اپنے نظامِ معاشرت میں کسی بھی قسم کی کجی کو برداشت نہیں کرتا۔ آج میرا روئے سخن اسلام کی انہی تعزیرات کی طرف ہے، جو اس نے قانون شکنی کرنے والوں کے لیے مقرر

کیں۔ اگر خدا نے چاہا، تو آج اس اعتراض کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا جو ان سزاؤں کے متعلق کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ اسلام پرانا مذہب ہے جو نئے دور میں نہیں اپنایا جاسکتا، اور کبھی یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام ایک وحشیانہ مذہب ہے، ایک جنگل راج کا قانون ہے، جو انسانیت کا دشمن ہے، بات بات پر ایسی سزائیں تجویز کرتا ہے، جسے سن کر روحِ انسانی کانپ جاتی ہے۔

چند ٹکوں کی چوری پر ہاتھ جیسی قیمتی نعمت کاٹنے کا حکم دیتا ہے۔

شراب پی لینے پر کوڑے مارنے کا فیصلہ سناتا ہے۔

زنا ہو جانے پر پتھر سے سنگسار کرنے کا قانون پیش کرتا ہے۔

حاضرین بزم! بات بظاہر بڑی معقول نظر آتی ہے کہ وہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے، اس کے ساتھ ایسی نازیبا تعزیرات کیوں نافذ کی جاتی ہیں؛ لیکن اگر آپ اس اعتراض کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیں گے، تو میں قسم کھا کر یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ اعتراض لغو اور باطل ہے اور بے شمار مفاسد پر مشتمل ہے۔

کیونکہ یہ اعتراض دراصل ان لوگوں کا ایجاد کردہ ہے، جو شخصیت کو اجتماعیت پر فوقیت دیتے ہیں، جو ایک فرد کو پورے معاشرہ اور پوری سوسائٹی پر ترجیح دیتے ہیں۔

جو تنہا ایک آدمی کی ترقی کو پوری قوم کی پستی کے مقابلہ میں برتر سمجھتے ہیں جو شخصِ واحد کی فلاح و بہبود کے لیے پوری سوسائٹی کے نقصان کو گوارا کر لیتے ہیں۔

اسلام اس اندھی طرف داری سے دُور ہی نہیں بلکہ بہت دُور ہے، وہ اگر ایک طرف فرد کی صلاح و فلاح کی فکر کرتا ہے، تو دوسری طرف اجتماعیت اور سوسائٹی کی بھی مکمل نگہداشت رکھتا ہے؛ تاکہ کوئی معاشرے کے حقوق کو پامال نہ کر سکے؛ بلکہ اگر معاشرے میں کچھ ناسور پیدا ہو جائیں، تو وہ اکثریتِ عزیزہ کی حفاظت کی خاطر، اس اقلیتِ رذیلہ کو ختم کر دینا بھی گوارا کر لیتا ہے؛ چنانچہ قرآن کہتا ہے: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (البقرة) کہ تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے یعنی اگر کوئی کسی کو ناحق قتل کر دے تو اس مقتول کے

ورثا کو بدلا دلوانے کے لیے، نیز اس پوری سوسائٹی کو قاتل کے خوف سے محفوظ رکھنے کے لیے اسلام اس قاتل کو قتل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

آج کے اس ترقی یافتہ دَور میں بھی ہر ملک اپنی سرحد کی حفاظت کرتا ہے، فوجیوں کو متعین کرتا ہے اور ضرورت پڑنے پر ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کو قربان کرنا گوارا کرلیتا ہے۔

اگر ملک کے افراد کی جان کی خاطر، مال کی خاطر اور عزت وآبرو کو بچانے کی خاطر، ہزاروں نوجوان فوجیوں کو قربان کرنا جرم نہیں ہے، تو اسی مقصد کے حصول کے لیے چند بدمعاش افراد کو سزا دینا جرم کیوں ہے؟

اگر ملک کے باہر کے دشمنوں کو ختم کرنا جرم نہیں ہے، تو ملک کے اندرونی دشمنوں کو ختم کرنا جرم کیوں ہے؟

اگر خارجی فتنوں کو ختم کرنے کے لیے قتل وقتال جائز ہے، تو داخلی فتنوں کو ختم کرنے کے لیے سزا دینا ناجائز کیوں ہے؟

اگر حکومت کے باغیوں کو قتل کرنا انسانیت کی خدمت ہے، تو سوسائٹی کے باغیوں کو سزا دینا انسانیت کے خلاف کیوں ہے؟

اگر امن پسندوں کی حفاظت کے لیے دہشت گردوں کو مارنا کارِثواب ہے، تو شریفوں کی حفاظت کے لیے شرّیوں کو مارنا گناہ کیوں ہے؟

اس لیے اسلام نے کہا: ''وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ'' کہ تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

عزیزانِ ملت! اسلام انسانیت پسند مذہب ہے، انسان کی قدر وقیمت اس کی نگاہ میں نہایت افضل واعلیٰ اور بلند وبالا ہے، زمین وآسمان، چاند وسورج، ستارے اور سیارے، جمادات اور نباتات سب اس کے تابع اور غلام ہیں اور ایک انسان کے خون کی قیمت زمین وآسمان کی قیمت سے بھی زیادہ ہے اور کسی انسان کی جان لینا یا اس کی آبروریزی

کرنا اسلام کے نزدیک ایسا سنگین جرم ہے، جس کی تلافی اور بھرپائی ممکن نہیں، اس لیے مذہب اسلام مجرم کے لیے ایسی سزا تجویز کرتا ہے، جس سے وہ دوبارہ جرم کرنے کی ہمت نہ کر سکے اور اس کی سزا کو دیکھ کر دوسرے لوگوں کی بھی ہمت ٹوٹ جائے۔

اور یہ سزائیں جو مجرموں کے لیے مقرر کی گئی ہیں ایسی منصفانہ اور مساویانہ ہیں کہ دنیا اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی؛ کیونکہ یہ سزائیں

حسب ونسب کے بدلنے سے،
رنگ ونسل کے مختلف ہونے سے،
علاقہ اور مقام کے تبدیل ہونے سے،
یا مذہب وملت کی تفریق سے،

اپنے اندر کسی قسم کی کمی یا زیادتی کو قبول نہیں کرتیں۔ غلام اور آقا کی سزا ایک ہے، کالے اور گورے کی سزا ایک ہے، مسلم اور غیر مسلم کی سزا ایک ہے حتیٰ کہ نوکر اور وقت کے خلیفہ کی سزا بھی ایک ہے۔

اور آج جو یہ کہا جاتا ہے کہ سزا سخت نہیں ہونی چاہئے، تو یہ بالکل احمقانہ بات ہے، اس لیے کہ اگر سزا سخت نہ ہو، تو سزا، سزا نہیں رہے گی؛ بلکہ غذا بن جائے گی، مجرم جرم کرے گا اور غذا کے طور پر ہلکی پھلکی سزا برداشت کر لے گا اور اس سے اس کی ہمت بڑھتی چلی جائے گی، اس کے جرم میں بڑھوتری ہوتی چلی جائے گی، نیز مجرم کے ساتھ نرم رویہ کو دیکھ کر مجرمین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

حالانکہ سزا کا مقصد جرم کو بڑھانا نہیں ہے؛ بلکہ جرم کو روکنا ہے
مجرمین کو پیدا کرنا نہیں ہے؛ بلکہ مجرمین کو ختم کرنا ہے
جرائم میں اضافہ کرنا نہیں ہے؛ بلکہ جرائم کو کلی طور پر بند کرنا ہے۔

اس لیے اسلام نے کہا: ''وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ'' کہ تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

حضرات! آج حالاتِ حاضرہ کا جائزہ لیجیے وہ قوم جو ترقی کی دعوے دار ہے، جو تکبر کے نشے میں سرشار ہے، جسے اپنی کامیابی کا بخار ہے اور تہذیب کا خمار ہے وہی آج زیادہ جرائم کا شکار ہے مگر اس کے باوجود اپنی حماقت پر برقرار ہے۔ اس کے برخلاف وہ ممالک جہاں اسلامی قوانین کا نفاذ ہے جہاں قرآن کی مقرر کردہ سزائیں جاری ہیں، وہاں جرم کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا، ہیرے جواہرات کے انبار لگے ہوں، تب بھی چوری کا کوئی واقعہ پیش نہیں آتا۔

برادرانِ وطن وبرادرانِ اسلام!

اگر اسلام وحشت پسندی کا سبق

اگر اسلام خونریزی کی تعلیم دیتا،

اگر اسلام قتل وقتال کو اچھا سمجھتا،

اگر اسلام انسانیت پسند نہ ہوتا،

تو ذرا ذرا سی بات پر مجرموں کی گردن اُڑانے اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم صادر کردیا کرتا؛ لیکن اسلام حتیٰ الوسع سزاؤں کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے، جہاں تک ممکن ہو سکے عفو ودرگزر سے کام لیتا ہے؛ بلکہ اپنے پیروکاروں کو معاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے، بدلہ لینے کا مستحق ہونے کے باوجود بدلہ نہ لینے کو انسان کے گناہوں کا کفّارہ قرار دیتا ہے؛ چنانچہ قرآن کہتا ہے: ''مَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ'' کہ جو شخص بدلہ لینے کا روادار ہونے کے باوجود بدلہ نہ لے اور قصاص کو معاف کردے تو یہ معاف کرنا اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔ اسی طرح ''جامع صغیر'' ج ۲، ص ۱۲ پر حضرت محمد ﷺ کا ارشاد موجود ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اِدْفَعُوا الْحُدُوْدَ عَنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَا وَجَدْتُّمْ لَهٗ مَدْفَعًا'' کہ جہاں تک جائز طریقہ سے سزاؤں کو ختم کرسکتے ہو ختم کردو؛ بلکہ ایک دوسری روایت میں تو آپ یہاں تک فرماتے ہیں: ''اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ'' کہ اگر ثبوتِ جرم میں شک پیدا ہوجائے تو بھی سزا جاری نہ کرو۔

سامعین عظام!

یہ ہیں اسلام کی تعلیمات کہ اگر وہ ایک طرف اجتماعیت اور سوسائٹی کی خاطر مجرم کو سزا دینے کا فیصلہ سناتا ہے، تو وہیں مجرم کے انسان ہونے کے پیشِ نظر آخری حد تک اسے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور یہ صرف مذہب اسلام کی خصوصیت ہے کہ وہ افراط وتفریط سے کنارہ کشی کرتے ہوئے حدِ اعتدال کو ملحوظ رکھتا ہے، نہ تو اتنی بھیانک سزا دیتا ہے کہ انسانیت ماتم کرنے لگے اور نہ اتنی معمولی سزا کا قائل ہے کہ سزا، سزا کے بجائے مجرم کی غذا بن جائے۔ اور اگر اسلام کا قانون وحشیانہ ہے تو پھر میں کہتا ہوں کہ

یہودی مذہب کا قانون بھی وحشیانہ ہے،

عیسائی مذہب کا قانون بھی وحشیانہ ہے،

ہندودھرم کا قانون بھی وحشیانہ ہے،

وقت اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ تمام مذاہب کی تمام سزاؤں کو بیان کیا جائے؛ لیکن میں آپ کو ایک مثال دکھاتا ہوں، جس سے آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ اسلام کا قانون کتنا منصفانہ ہے۔ زنا کے جرم کو دیکھئے! زنا کار کے بارے میں مذہبِ اسلام کا قانون کہتا ہے: ''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِأَةَ جَلْدَةٍ'' کہ زناکار مرد اور زناکار عورت کو سو کوڑے مارو۔

یہودی مذہب کا قانون کہتا ہے کہ زناکار لڑکی کو اس کے ماں باپ کے گھر کے دروازے پر نکال کر لائیں اور اس بستی کے لوگ اس پر پتھراؤ کریں یہاں تک کہ وہ مرجائے۔ (اشثناء ب ۲۲ آیات ۲۰)

عیسائی مذہب کا قانون کہتا ہے کہ اگر عورت پر غلط نگاہ پڑ جائے تو اس آنکھ کو نکال کر باہر پھینک دو اگر عورت کو چھولیا جائے تو ہاتھ کو کاٹ کر پھینک دو۔ (متی باب ۵، آیت ۲۹، ۳۰)

ہندودھرم کا قانون بھی دیکھئے اُٹھائیے ''منوسمرتی'' ادھیائے نمبر ۸ شلوک نمبر ۳۷۲ ''منوسمرتی'' کہتی ہے:

पुर्मासं दाहयेत्यायं शचने तप्त त्रायसे
स्प्रश्यादहयुशन्च काष्ठानि तत्र दघेत पापकृत।

پُرْمَاسَمْ دَاہْیَتْیَایَمْ شَچْنے تَپْتْ تِرَائِسے
اِسْپِرْشْ یَادْھیُوْشَنْوْ کَاشْتَھانِ تَتْرْ دَگھیتْ پَاپْکِرتْ

کہ دیا بھچار (زنا) کرنے والے ویکتی (شخص) کو عام لوگوں کی سبھا میں بلا کر لوہے کے گرم پلنگ پر لٹا کر چاروں طرف سے لکڑی رکھ کر آگ لگادی جائے، جس سے پاپی جل کر راکھ ہوجائے۔

ارے او اسلام پر اعتراض کرنے والو! اسلام کے قانون کو وحشیانہ بتانے والو! ذرا آنکھوں سے تعصب کی پٹی ہٹاؤ اور انصاف سے بتاؤ کیا مذہب اسلام کا مقابلہ کوئی مذہب کرسکتا ہے؟ جو اعتدال اور توازن اس کے قانون میں ہے کیا کوئی قانون اس کا ہم پلہ ہوسکتا ہے؟ فطرتِ انسانی کی مکمل رعایت جو اس کے اُصولوں میں ہے کیا کوئی دھرم اس کی ہمسری کرسکتا ہے؟

نہیں، خدا کی قسم ہرگز نہیں، اسی لیے مشہور مورخ مسٹر "ایڈ ورڈ گبن" اپنی مشہور کتاب "تاریخ زوال سلطنتِ روما" میں عیسائی ہونے کے باوجود یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ "یہ شریعت ایسے دانشمندانہ اُصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ ساری دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی"۔

اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کو جرائم سے پاک فرمائے۔ آمین

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلٰغُ.

اسلام میں جہاد کیوں؟

اے تیراندازی میں ماہر وید کے علماء سے تعریف اور تعلیم حاصل کیے ہوئے سپہ سالار کی عورت! تُو پریرنا کو حاصل ہوئی۔ دور جا، دشمنوں پر دھاوا بول، اور اسے مار کر فتح حاصل کر، ان دُور ملکوں میں رہنے والے دشمنوں کو بغیر قتل کیے نہ جانے دے"۔ (یجروید ادھیائے ۸ شلوک ۷۰)

"اس کی دونوں آنکھیں چھید ڈال، دل چھید ڈال، زبان کاٹ لے اور دانتوں کو توڑ دے"۔ (اتھرووید ادھیائے ۵ منڈل ۲۶ سوکت ۴)

"تو اکیلا ہی تمام مخالفوں کو کچل دیتا ہے اس لیے اے غیر مختتم روشنی والے! ہم تیرے ساتھ مل کر بلند آواز سے جے کار کرتے ہیں اور دیگر قوتوں کو بتاتے ہیں کہ:

इन्दृणा मन्युनावंय अभिष्याम प्रतन्यात:

"یعنی ہم خدا کی مدد اور قوت سے مل کر دشمنوں کو فتح کر لیتے ہیں"۔

اسلام میں جہاد کیوں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ.
أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ. (صحیح بخاری:۳۱۶۶)
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

حاضرین بزم! پروپیگنڈائی مکروفریب کی ساحری پر تعجب کیجیے یا ستم ہائے روزگار پر روئیے کہ جہاد جیسی عظیم نعمت پر دہشت گردی کا ناپاک عنوان لگا کر اسلام کو دنیا کے سامنے دہشت پسند مذہب بنا کر پیش کیا گیا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ دہشت گردی اسلام کی ایک اہم عبادت ہے نعوذ باللہ من ذالک اور لفظ جہاد پر اس قدر شور وغل مچایا گیا کہ آج جہاد کا نام سنتے ہی لوگوں کے چہروں پر خوف وہراس کے آثار اور بے چینی کی کیفیات منڈلانے لگتی ہیں؛ مگر دوسری طرف جب ہم اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں، شریعت کے مزاج سے واقفیت حاصل کرتے ہیں اور احکام الٰہیہ

میں غور و خوض کرتے ہیں تو ہمیں دہشت گردی اور اسلام کے مابین کبھی ختم نہ ہونے والی دُوری دکھائی دیتی ہے، اگر آپ جہاد کی حقیقت سمجھنا چاہیں تو دو لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ:

جب زمین پر فساد برپا ہونے لگے،
جب ظلم و تشدد کی ہوائیں چلنے لگیں،
جب انسانیت کا خاتمہ کیا جانے لگے،
اور جب خدا کے بندوں کو خدا کے دین سے روکا جانے لگے،

تو اس وقت جہاد مشروع ہوتا ہے؛ کیونکہ اسلام اس بات کا قائل نہیں کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے، تو تم دوسرا گال بھی پیش کردو، نہیں، اسلام اس کو پسند نہیں کرتا ہے کیونکہ

جرم کو جرم نہ کہنا بھی جرم ہے۔
ظلم کو ظلم نہ کہنا خود ایک ظلم ہے۔
فساد کو فساد نہ کہنا ہی سب سے بڑا فساد ہے۔

اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اُنْصُرْ أَخَاکَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا'' (ترمذی:۲۱۶۷) کہ اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ یہ سن کر چونک گئے کہ مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے؛ لیکن ظالم کی مدد کرنے کا کیا مطلب؟ تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ظالم کی مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اسے ظلم سے روک دو۔

عزیزانِ ملت!

جب مکہ کے مظلوم باشندوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جانے لگا،
جب ایک خدا کی گواہی دینے والوں کو مشقِ ستم بنایا جانے لگا،
جب اللہ سے لو لگانے والوں کو دہکتے انگاروں پر سلایا جانے لگا،
جب اسلام سے محبت کرنے والوں پر جبر و تشدد کا ہر حربہ آزمایا جانے لگا،

تب خدائے جبار و قہار کی طرف سے جہاد کا اعلان ہوتا ہے: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا خود آیت کے الفاظ میرے بیان کردہ اشارات کی تصدیق کر رہے ہیں؛ چنانچہ اس آیت میں ان لوگوں سے قتال کی اجازت دی گئی ہے جو تم سے برسرِ پیکار ہیں، ان لوگوں سے جنگ کر سکتے ہو جنہوں نے تم پر جنگ مسلط کر رکھی ہے۔

اور جہاد کی جو اساس ہے اور اس کا جو بنیادی مقصد ہے، وہ فتنے کا خاتمہ ہے، چنانچہ قرآن میں اللہ کہتا ہے: ''وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ'' تو اس آیت میں جو لفظ فتنہ استعمال ہوا ہے اور جس کے ختم کرنے کو جنگ کا مقصد بتایا گیا ہے یہ امتحان اور آزمائش کے معنیٰ میں آتا ہے؛ چنانچہ ''لسان العرب'' ج: ۱۳، ص ۳۱۷ پر فتنہ کے معنیٰ یہی بتائے گئے ہیں کہ یہ لفظ جہاں بھی استعمال ہوگا تو خواہ معنیٰ کچھ بھی مراد لیے جائیں مگر اس میں ابتلاء اور آزمائش کے معنیٰ ضرور پائے جائیں گے اور آج کے جدید دَور کے ساتھ تطابق پیش کرتے ہوئے فتنہ کے معنیٰ مذہبی جبر کے کیے جائیں تو غلط نہ ہوگا جیسا کہ مولانا ''یحیٰ نعمانی'' نے ''الجہاد'' ص ۲۷ پر اس پر روشنی ڈالی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ''ہمارے علمائے سلف میں سے جن لوگوں نے ان آیات میں فتنہ کے معنیٰ شرک بتائے ہیں وہ دراصل تفسیر بلازم الشیٔ یعنی اس کے لازمی معنیٰ سے تفسیر ہے ورنہ فتنہ کے معنیٰ عربی زبان میں جبر و امتحان سے خالی صرف شرک کے کبھی نہیں آسکتے''۔ لہٰذا اگر اسلام یہ کہتا ہے کہ:

جب مذہبی آزادی کو سلب کیا جائے،

جب مذہب پر پابندی کی بات کی جائے،

جب مذہب کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے،

تو تم مذہب کی حفاظت کی خاطر جہاد کرو، تو اس میں اعتراض کی کون سی بات ہے؟

ارے او جہاد کو آتنگ واد کا نام دینے والو! اسلام کو انسانیت کا دشمن بتانے والو! اور مسلمانوں کو دہشت گرد کہنے والو! ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر تو دیکھو، خون کے دھبّوں سے ملوث اپنے دامن کا مشاہدہ تو کرو، رب ذوالجلال کی قسم تم اسلام کی طرف آنکھ

اُٹھا کر دیکھ بھی نہ سکو گے اور تم اپنے جرائم کی پردہ پوشی کے لیے اسلام سے آنکھ ملانے کی جرأت بھی نہ کرو گے۔

برادرانِ اسلام! ہمارے وطنی بھائیوں کو ہم سے شکایت ہے کہ ہم اسلام کے حکم جہاد کو منسوخ کیوں نہیں کر دیتے یا پھر ہم ایسے مذہب کو کیوں پسند کرتے ہیں، جو قتل وقتال اور خون خرابے کا حکم دیتا ہے؟ یہ اعتراض اب سے نہیں برسہا برس سے کیا جا رہا ہے، جبکہ میں گفتگو کے آغاز میں بتا چکا ہوں کہ جہاد کا مقصد اَدھرم کو سَماپت کر کے دھرم کو اِستھاپِت کرنا ہے، بے دینی کو ختم کر کے دینداری کو قائم کرنا ہے اور اس کی اجازت تو ہر مذہب اور ہر دھرم دیتا ہے؛ چنانچہ ہندو دھرم میں جو جنگوں کی رُوداد اور اس کے اٹل احکام ہیں، آپ کو اس کی ایک جھلک دکھانا چاہتا ہوں، سب سے پہلے آپ کو ہندوؤں کے نزدیک ان کی آسمانی کتاب ویدوں کے پاس لے چلتا ہوں اُٹھایئے ''اَتھرُ وَوِیدْ'' منڈل ۵ سوکت ۸ اور شلوک نمبر ۱۰ اس میں کہا گیا کہ جو رتھ والے ہیں یا بغیر رتھ کے ہیں جو گھوڑا سوار ہیں یا پیدل ان سب دشمنوں کو مارو اور ان کے گوشت کو گدھوں کے کھانے کے لیے چھوڑ دو۔

اسی طرح اسی باب کے چوتھے شلوک میں خونخوار منظر کشی کی گئی ہے۔

اتھر وید کہتا ہے: ''اے بہادرو دوڑو، بھاگو، بڑھو اپنے بادشاہ کے حکم سے دشمن کا خاتمہ کر دو، جیسے: بھیڑیا بھیڑ کو پیس ڈالتا ہے، تم دشمن کو پیس ڈالو، وہ مہلک دشمن تم سے زندہ بچ کر نہ جائے، اس کی جانوں کو اپنے ملک میں کاٹ ڈالو''۔

اسی طرح یجُر وِیدْ کے ادھیائے نمبر ۱۱ شلوک نمبر ۸۰ کا مطالعہ کیجیے وہاں یوں دعا کی گئی:

यो असभ्यमरातीय याधाश्र नो देशते जनः निन्दाधो।
अस्मानिधप्साच्च सर्व तं मस्मसा कुरू।।

یَوْ اَسَبْھے مَراتِی یَادَھاشَرْ نَوْ دِیشْتے جَنَہْ نِنْدَادْھو
اَسْمَانِ دَھِپْسَاچْ سَرْوْ تَمْ مَسْمَسَا کُرُوْں

کہ ”اے سبھا اور سینا کے مالک آپ ان لوگوں کو جو دھرماتماؤں (مذہبی شخصیات) سے دشمنی کریں، جو ہمارے ساتھ بدتمیزی کریں اور ہمیں ذلیل کریں، جو ہمیں نیچا دکھلائیں اور ہمارے ساتھ فریب کریں ان سب لوگوں کو جلا کر پوری طرح راکھ کر ڈالیے“۔

اور اگر آپ گیتا کو دیکھیں آپ کو بتا تا چلوں کہ گیتا وہ کتاب ہے جس کے بارے میں ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ ”جس نے گیتا کو پڑھ لیا اور اس پر عمل کرلیا وہ نجات پا گیا“۔ اسی کتاب میں موجود ہے ”شری کرشن“ بھگوان اپنے شاگرد ”اَرجن“ کو جنگ پر اُبھارتے ہیں اسے اس کی حیثیت یاد دلاتے ہوئے اس کی غیرت کو جوش دلاتے ہیں اور ہر ممکن اسے جنگ پر آمادہ کرتے ہیں؛ چنانچہ ادھیائے ۲ شلوک نمبر ۳ میں کہتے ہیں کہ: ”اے اَرجن نامرد مت بن! تو شتری ہے! جنگ کرنا تیرا عین دھرم ہے! جنگ سے منہ موڑنا تیری شان کے بالکل خلاف ہے! دل کی کمزوری کو دُور کر اور جنگ کے لیے کھڑا ہوجا“۔

اور جب ”ارجن“ اپنے مقابلہ میں اپنے رشتہ داروں کو دیکھ کر جنگ کرنے سے کچھ ہچکچاتا ہے، جھجکتا ہے اور پھر جنگ سے انکار کرنے لگتا ہے تو ”شری کرشن“ اسے انتہائی سخت وسُست کہتے ہیں بلکہ جنگ نہ کرنے پر جہنم کی وعید سناتے ہیں دیکھئے ”گیتا“ کا ادھیائے نمبر ۲ شلوک نمبر ۳۳ شری مد بھگوت گیتا کہتی ہے:

अथ चेत्तवमिमं धर्म्य सङ्ग्राम न करिष्यसि
ततः स्वधर्म कीर्ति च हित्वा पापमवापस्यसि

اَتھ چیتُوَمِمَمْ دھَرمْیے سَنْگْرامْ نَہ کَرِشْیَسِیْ
تَتَہْ سُوَدھَرمْ کِیرتِیْ چہ ہِتْوَا پَاپَمْ وَاپْسْیَہْ سِیْ

کہ اے ارجن! اگر تو آج کے دھرم یُدھ کو نہ کرے گا، اگر آج کی جنگ میں حصہ نہ لے گا، تو دھرم اور عزت کو کھو بیٹھے گا اور ادھرمی (بے دین) ہوگا۔

حاضرینِ گرامی! قرآن میں جہاں جہاد کا حکم دیا گیا ان آیات کو دیکھئے اور جہاد کا حکم دیے جانے کے وقت اور اس دور کے منظر کو بھی یاد رکھئے اور ان شلوکوں پر بھی نظر ڈالیے

یہاں ویدوں میں کبھی دشمنوں کو بھیڑ کی طرح مار ڈالنے کی دعا کی جاتی ہے، تو کبھی دشمنوں کو آگ میں جلانے کی تمنا کی جاتی ہے۔ الغرض دونوں کے اندازِ بیان میں، طرزِ گفتگو میں اور وقوع حکم میں بیّن فرق ہے، اس کے باوجود بھی اسلام پر اعتراض کیوں؟ جنگوں کا سلسلہ صرف مذہبِ اسلام میں ہی جاری نہیں ہوا، ہر مذہب میں اور ہر دَور میں جنگیں ہوئی ہیں، ہندو دھرم میں کورَوا اور پانڈوں کی جو جنگ ہوئی تھی، بڑی گھمسان کی جنگ تھی اور مشہور بھی اتنی ہے کہ کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا؛ لیکن پھر بھی اسلام کی جنگوں پر ناک بھوئیں چڑھائی جاتی ہیں اور اسلام کو جنگوں کا حامی سمجھا جاتا ہے؛ جبکہ واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ جس کسمپرسی کے زمانے میں ان جنگوں کا وقوع ہوا آج کے دور میں تو ہم اس کا صحیح تصور بھی نہیں کرسکتے، چہ جائے کہ ان کی حقیقت تک ہماری رسائی ہوسکے۔

لیکن ان تمام حالات اور واقعات سے صرف نظر کرتے ہوئے ان تیئس ۲۳ سال میں واقع ہونے والی تمام جنگوں کا جائزہ لیا جائے، تو یہ بات عیاں ہوجائے گی کہ یہ جنگیں برائے نام تھیں؛ ان میں کوئی اہم قتل وقتال یا کشت وخون کے ایسے معرکے بپا نہیں ہوئے تھے، جیسے آج ہوتے ہیں؛ بلکہ پورے تیئس ۲۳ سالہ دَور کے تمام غزوات وسرایا کا حساب لگایا جائے تو تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ صرف ایک ہزار اٹھارہ ۱۰۱۸ لوگوں کی جان جان آفریں کے سپرد ہوئیں، جس میں دوسو پچاس ۲۵۰ مسلمان تھے اور سات سو اڑسٹھ ۷۶۸ غیر مسلم تھے۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں دشمنانِ اسلام سے کیا تم اس انقلاب کی نظیر پیش کرسکتے ہو؟ کیا دنیا کی تاریخ میں آج تک کوئی تحریک ایسی وجود میں آئی ہے، جو اتنے کم لوگوں کے ذریعے پوری دنیا پہ چھا گئی ہو؟ ایک طرف ایک ہزار اٹھارہ ۱۰۱۸ لوگ اور دوسری طرف پوری دنیا کی اصلاح، کیا یہ اہم کارنامہ نہیں ہے؟ کیوں نہیں یقیناً یہ ایک اہم کارنامہ ہے اور اس کارنامے کی عظمت کی شہادت ''فرانس'' کا وہ انقلاب دے گا، جس کے لیے سربرآوردہ رہنماؤں کو سولی پہ لٹکایا گیا، اس کارنامے کی عظمت کی شہادت ''ہالینڈ'' کا وہ حملہ دے گا

جس نے ''انڈونیشیا'' کواپنے ماتحت کرلیا تھا، اس کارنامے کی عظمت کی شہادت ''پرتگال'' کا وہ بے جا تسلط دے گا جس نے ''ایشیا'' اور ''افریقہ'' کواپنے قبضہ میں لے لیا تھا، اس کارنامے کی عظمت کی شہادت ''امریکہ'' کے وہ زہریلے بم دیں گے جنہوں نے ستر لاکھ ٹن سے زیادہ افراد کو ہلاک کیا تھا، اوراس کارنامے کی عظمت کی شہادت دنیا کی وہ دو جنگِ عظیم دیں گی جنہوں نے پوری دنیا کو سیاسی اور معاشی بدحالی میں مبتلا کر دیا تھا۔

اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَهٗ. آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

❁❁❁

اسلام میں مذہبی رواداری

ڈاکٹر کینسل (Dr. Cansal) کہتے ہیں

''بے شک دینِ اسلام کے تمام اُصول ارفع ہیں اور اس کی خصوصیات، شائستگی اور تمدن سکھاتی ہیں''

اسلام میں مذہبی رواداری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْأَنْبِیَاءِ
الْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ أَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ
بِالَّتِیْ ھِیَ أَحْسَنُ ۝ (نحل:۱۲۵)
وَقَالَ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخَرَ: لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ۝
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

جنابِ صدر، معزز علمائے کرام، دانشورانِ عظام و برادرانِ وطن! آج میں آپ حضرات کے رُوبرو مذہب اسلام کی رواداری اور غیر مسلموں کے ساتھ اس کی فراخ دلی کے عنوان سے چند باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں، مذہب اسلام پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام مذہبی رواداری کا حامی نہیں ہے، اسلام غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک کو پسند نہیں کرتا، اس الزام کی حقیقت واشگاف کردینا چاہتا ہوں اور آپ کے سامنے اسلام کی وہ اعلیٰ ترین تعلیمات بیان کرنا چاہتا ہوں، جس سے اس کی مذہبی رواداری کا صرف ثبوت نہیں؛ بلکہ یقین حاصل ہوجائے گا۔ اور تمام حضرات سے پُرخلوص اُمید کرتا ہوں کہ آپ سب

میری گفتگو کو بغور سماعت فرمائیں گے اور اگر بر بنائے بشریت کوئی غلطی ہو جائے، تو معاف فرمادیں گے۔

حضرات! مذہب اسلام کی بنیاد دو چیزوں پر ہے، ایک کتاب اللہ، دوسرے سنت رسول اللہ مذہبی رواداری کے سلسلے میں قرآن وسنت میں پائے جانے والے تمام احکام کو اس مختصر سے وقت میں بیان کرنا ناممکن ہے؛ لیکن پھر بھی مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند آیات و احادیث آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، جس سے آپ کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اسلام میں زور و جبر یا سختی کا کوئی دخل نہیں ہے اور اسلام مذہب کے سلسلے میں کسی قسم کے ظلم و جبر یا تشدد و تصلب کا روادار نہیں ہے۔ اور وہ مذہبی آزادی کے متعلق انتہائی وسعت ظرفی سے کام لیتا ہے، چنانچہ قرآن کہتا ہے: اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ (نحل:۱۲۵) کہ اپنے رب کے راستہ کی طرف دانشمندی اور اچھی اچھی باتوں کے ذریعہ بلاؤ اور پسندیدہ طریقہ سے بحث کرو۔ اس آیت میں اگر ایک طرف اللہ کے بندوں تک اللہ کے پیغام پہنچانے کا حکم ہے، تو وہیں دوسری طرف یہ اشارہ بھی ہے کہ جب تم خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے نکلو گے، تو تمہیں تین طرح کے لوگ ملیں گے: کچھ جاہل ہوں گے، کچھ پڑھے لکھے ہوں گے اور کچھ بحث و مباحثہ اور مناظرہ و مجادلہ کرنے والے ہوں گے، تو آیت کے الفاظ سے صراحۃً اور اشارۃً یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ اگر جاہل کو دعوت دینی ہو، تو حکمت و دانشمندی کا راستہ اختیار کرو اور بات کا حسن ملحوظ رکھو اور اگر پڑھے لکھے لوگوں کو دعوت دینی ہو، تو موعظہ یعنی دلائل سے کام لو، لیکن بات کا حسن نہ چھوٹنے پائے اور اگر ضدی وہٹ دھرم قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑ جائے، تو وہاں مجادلہ اور مناظرہ کا طریقہ اپناؤ؛ مگر ضروری ہے کہ بات کا حسن اب بھی برقرار رہے۔

ذرا سوچو تو سہی! جو اسلام دشمنوں سے بحث و مباحثہ کے دوران بھی کسی قسم کی فحش گوئی یا بدکلامی کو جائز نہیں ٹھہراتا، وہ زبردستی کسی کو مسلمان بنانے کی تعلیم کیسے دے سکتا ہے؟ جو

اسلام معاندین سے گفتگو کے دوران بھی حسنِ گفتگو کو ملحوظ رکھتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اس کا پابند بناتا ہے، کیا وہ جبراً کسی انسان کے مذہب بدلوانے کو گوارا کرسکتا ہے؟ نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔

بلکہ اگر کوئی اسلام کی ان تعلیمات کو ٹھکرا دیتا ہے اور انہیں ماننے سے انکار کردیتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں بھی اسلام صرف اتنا عرض کرتا ہے: وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (نحل:۸۳) کہ اگر وہ لوگ اعراض کریں اور بات نہ مانیں تو آپ کے ذمہ تو صاف صاف پہنچانا ہے، کسی کو زبردستی مسلمان بنانا، یا اس سے مذہب اسلام کی صداقت وسچائی کے دستخط لینا یہ آپ کا کام نہیں ہے بلکہ اس کی تو اجازت بھی نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: ''لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ'' کہ دین کے معاملے میں کوئی زورزبردستی نہیں ہے، بلکہ دنیا کا معاملہ تو اللہ کے نزدیک یہ ہے: ''فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ'' کہ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

خدا کی پیدا کردہ زمین میں رہتے ہوئے، خدا کے بنائے ہوئے آسمان سے سایہ حاصل کرتے ہوئے خدا کے وجود کا انکار کرنا یا اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ایک ایسا جرم ہے، جس کی سنگینی سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی، کافر اور مشرک اللہ کے باغی ہیں، اگر اللہ چاہتا، تو کافروں اور مشرکوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا اور اگر وہ چاہتا، تو اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے تمام بندوں کو اپنا مطیع وفرماں بردار بنا دیتا۔ جیسا کہ خدا خود قرآن میں کہتا ہے: ''وَلَوْ شَآءَ لَھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ'' کہ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا؛ مگر یہ اس کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے؛ اس لیے انسان کو اس معاملہ میں آزاد چھوڑا گیا اس پر کوئی جبر وتشدد نہیں کیا گیا وہ جو چاہے اختیار کرے۔

سامعین کرام! کفروشرک انسانیت کو بگاڑنے والا ہے؛ جبکہ اسلام انسانیت کو سنوارنے والا ہے۔ ہمارا عقیدہ اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم اہلِ اسلام انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے پیدا کیے گئے ہیں؛ کیونکہ

ہمارا رب رب العالمین ہے۔
جس کی بڑی صفت رحمٰن ورحیم ہے۔
جس کے نام کا سرعنوان ہی بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم ہے۔
جس کی پہلی سورت بھی الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین، الرّحمٰن الرّحیم ہے۔
جو کریم ہے، حلیم ہے، رؤوف رحیم ہے۔
جس کے نبی کی صفت حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ ہے۔
جس کے نبی کی ذات ہی رحمۃ للعالمین ہے۔

ذرا اندازہ تو لگائیے! کیا اس خدا کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے کسی ظلم و زیادتی کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟

حضرات سامعین! اب میں آپ کے سامنے سنت رسول اللہ یعنی حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات آپ کا منشا اور آپ کے موقف پر کچھ لب کشائی کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ آپ نے کس قدر فیاضی، ہمدردی اور کشادہ دلی سے اسلام کی دعوت دی اور دشمنوں کے ساتھ بھی کس قدر حسنِ سلوک کا معاملہ فرمایا۔

چنانچہ جب ہم دیگر مذاہب کے معبودوں اور خداؤں کے بارے میں تعلیماتِ نبوی میں غور کرتے ہیں، تو جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں ان کی برائی سے باز رہنے کی تلقین فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ دیگر مذاہب کے خداؤں کو بھی برا نہ کہو، ان کے معبودوں کو گالیاں نہ دو؛ کیونکہ اگر تم کسی مذہب کے خداؤں کو گالیاں دو گے، تو جواب میں وہ تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے؛ لہٰذا تمہارا ان کے خدا کو گالیاں دینا ایسا ہے جیسے تم نے خود اپنے خدا کو گالیاں دیں۔ نعوذ باللّٰہ من ذٰلک

اور جب ہم دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے بارے میں ارشادِ نبوی تلاش کرتے ہیں تو آپ ﷺ مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ لوگو! مذہبی پیشواؤں کا احترام کرو، ان کی شان میں کسی طرح کی گستاخی نہ کرو، ان کو جنگ کے دوران قتل نہ کرو؛ بلکہ

جنگ میں صرف مذہبی پیشواؤں ہی کو نہیں، عورتوں، بچوں اور معذوروں کو بھی قتل نہ کرو۔

سامعین باتمکین! جب ہم رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں آپ کے مقابلہ پر تین گروہ نظر آتے ہیں، جو اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیے ہوئے تھے: (۱) نصاریٰ (۲) یہودی (۳) کفار و مشرکین۔

اگر آپ نصاریٰ کے ساتھ کی گئی نبی کی مذہبی رواداری کو دیکھنا چاہیں، تو اٹھائیے وہ عہد نامہ جو ۶ھ میں سینا پہاڑی کے عیسائی راہبوں کو دیا گیا، اس عہد نامہ کا ایک ایک لفظ اسلام کی مذہبی رواداری کی روشن دلیل ہے۔ تاریخ شہادت دیتی ہے اور اس عہد نامہ کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''عیسائیوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا،

ان کے گرجے اور ان کے پادریوں کی رہائش گاہوں کی پوری حفاظت کی جائے گی،

ان پر کوئی ظالمانہ ٹیکس نہیں لگایا جائے گا،

ان کو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روکا نہیں جائے گا،

کسی راہب کو خانقاہ سے نہیں نکالا جائے گا،

کسی گرجے کو منہدم کر کے مسجد یا کسی مسلمان کا گھر نہیں بنایا جائے گا؛

بلکہ اگر عیسائیوں کو ان کے گرجوں، خانقاہوں اور مذہبی عمارتوں کی مرمت کے لیے امداد کی ضرورت ہوگی، تو مسلمان ان کو مالی مدد دیں گے۔

اور اگر مسلمان ان شرائط کی خلاف ورزی کریں گے، تو مسلمانوں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔''

انسانیت کا دم بھرنے والے! مذہبی مساوات کا دعویٰ کرنے والے! کیا اس عہد نامہ کی نظیر پیش کر سکتے ہیں؟

سامعین کرام! اسلام پر عدم رواداری کا الزام دراصل یہودیوں نے ہی لگایا ہے،

یہود کی اسلام دشمنی معروف و مشہور رہی ہے، آپ جانتے ہیں یہود کون ہیں؟

وہ یہود جو اسلام کی بیخ کنی کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھے،

وہ یہود جو تمام عرب میں اسلام کے خلاف بغاوت پیدا کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے،

وہ یہود جو قریشِ مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اُبھار رہے تھے،

وہ یہود جو جنگِ احزاب میں پوری دنیائے کفر کو امداد پہنچا رہے تھے،

وہ یہود جو مدینہ پر چڑھائی کی کوشش کر رہے تھے،

وہ یہود جو کھانے میں زہر دے کر پیکرِ قدسی کو شہید کرنے کی سازشیں رَچ رہے تھے،

وہ یہود جو السلام علیکم کے بجائے السام علیکم کہہ کر رحمتِ عالم کو بددعا دیا کرتے تھے،

وہ یہود جو اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ شہنشاہِ کونین کا گریبان پکڑ کر کیا کرتے تھے۔

ان شریروں اور شریوں کے ساتھ بھی رسول اللہ ﷺ نے جو رواداری کا معاملہ فرمایا ہے، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ میرے اس دعویٰ کی شہادت کے لیے یاد کیجئے غزوۂ خیبر کا وہ واقعہ کہ جب یہود کو شکست ہوگئی اور وہ اپنا سارا سازوسامان چھوڑ کر بھاگ گئے اور مسلمانوں نے ان کا مالِ غنیمت کے طور پر حاصل کرلیا، تو اس مالِ غنیمت میں ''تورات'' کے نسخے بھی موجود تھے، یہودیوں نے درخواست کی اور سفارش کی کہ ہمیں تورات کے نسخے واپس کردیے جائیں۔

اب ساری دنیا کا قانون ایک طرف ہے میرے نبی کا قانون ایک طرف ہے "Humanity is the best policy" کا جھوٹا نعرہ لگانے والی دنیا کا انصاف کچھ اور کہتا ہے اور میرے نبی کا کردار کچھ اور کہتا ہے، دنیا کا ہر مذہب اور دنیا کی ہر تہذیب مالِ

غنیمت کے واپس کرنے کو ناجائز کہتی ہے؛ لیکن میرا نبی اعلان کرتا ہے کہ ”تورات کے نسخوں کا احترام کیا جائے اور تمام کے تمام نسخے بحفاظت یہودیوں کے پاس واپس کردیئے جائیں“۔

یاد کیجیے بنونضیر کی اس سازش کو کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی قضیہ کے سلسلے میں گفتگو کے لیے یہودیوں کے پاس گئے، تو یہودیوں نے آپ کو دیوار کے قریب بٹھایا اور چھت سے پتھر پھینک کر آپ کو شہید کرنے کی کوشش کی؛ مگر حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو اطلاع دے دی، تو آپ فوراً ہٹ گئے اور وہاں سے چلے آئے، پھر جب آپ نے بنونضیر کا محاصرہ کیا اور انہیں گھیر لیا، تو انہوں نے سر جھکا کر صلح کی درخواست کی اور مدینہ سے باہر خیبر جانے کی تمنا ظاہر کی۔

انسانیت پسندی کا شور مچانے والی دنیا کا قانون کہتا ہے کہ جان کے دشمن کی جان لے لی جائے، مگر رسول اللہ ﷺ اپنے جانی دشمنوں کی بھی جان بخشی کردیتے ہیں اور انہیں خیبر جانے کی اجازت دے دیتے ہیں۔

یاد کیجیے انصارِ مدینہ اور یہود کے مابین ہونے والی اس کشمکش کو کہ جب بنونضیر خیبر کے لیے جانے لگے، تو انصارِ مدینہ اپنی ان اولاد کو جنہوں نے یہودی مذہب اختیار کرلیا تھا، خیبر جانے سے روکنا چاہتے تھے اور یہودی لے جانے پر اصرار کررہے تھے، جب یہ مقدمہ اسلامی عدالت میں آتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ آیا ان لوگوں پر انصارِ مدینہ کا حق ہے یا یہود کا؟ تو اسلامی عدالت کا فیصلہ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ کی شکل میں آتا ہے کہ دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے؛ لہٰذا انصار کو روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اور جب ہم کفار و مشرکین کے ساتھ کی گئی نبی کی مذہبی رواداری کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں رحمتِ عالم کی پوری زندگی انسانیت کے سر پر رحمت کی چادر بن کر سایہ کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے؛ چنانچہ سیرت ابنِ ہشام میں موجود ہے کہ:

جب جنگِ بدر کا معرکہ پیش آیا جو اسلام کی پہلی جنگ تھی اور یہ جنگ اس قدر اہم تھی کہ

اس پر کفر واسلام کا دار ومدار تھا؛ کیونکہ اگر مسلمان اس جنگ میں ہار جاتے، تو صفحۂ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹ جاتا اور کوئی اسلام کا نام لینے والا بھی باقی نہ رہتا اس بات سے اس جنگ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، لیکن قربان جاؤں حضرت محمد ﷺ پر کہ عین جنگ کے موقع پر جب کفر اسلام کو مٹانے کی کوشش کر رہا تھا، جب کفار مسلمانوں کے جسم سے خون کا ایک ایک قطرہ چوس لینا چاہتے تھے، جب خود نبی کو شہید کرنے کے لیے دشمن ہر طرف سے حملہ کر رہے تھے، تو اس موقع پر کفار ومشرکین کو پیاس لگتی ہے؛ لیکن ان کے پاس پانی ختم ہو جاتا ہے اس وقت

یہ اللہ کا نبی،

یہ اللہ کا دُلارا،

یہ انسانیت کا غمخوار،

یہ رحم وکرم کا خوگر،

یہ عدل وانصاف کا پیکر،

وہ کارنامہ انجام دیتا ہے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے اور بے اختیار آپ پر ب عظیم کی انتہا کی مہر لگا دیتی ہے، آپ ﷺ اس نازک موقع پر دشمنوں کو اپنی سمت سے پانی پینے کی اجازت دے دیتے ہیں۔

اور پھر جب ان لوگوں کو شکست ہو جاتی ہے اور انہیں قید کر لیا جاتا ہے، تو اس وقت بھی آپ ﷺ صرف فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیتے ہیں؛ حالانکہ اگر آپ چاہتے تو ان لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر سکتے تھے یا قبول نہ کرنے کی صورت میں ان کو قتل کر سکتے تھے؛ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔

اور آگے چلیے جنگِ اُحد کو دیکھئے جب کفار انتہائی جوش وانتقام سے لڑ رہے تھے اور غیظ وغضب میں آپ ﷺ پر بھی تیر برسا رہے تھے، اس وقت بھی آپ نے ان لوگوں کو ہلاکت کی بددعا دینے کے بجائے ہدایت ومغفرت کی دعا دی تھی اور صرف ایک جملہ

کہا تھا کہ:

"اے اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ جانتے نہیں"

سامعین باتمکین! رواداری ایک اچھی چیز ہے؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر جگہ ہی رواداری دکھائی جائے، کسی بھی صورت میں رواداری سے انحراف نہ کیا جائے، کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مار دے، تو تم دوسرا بھی پیش کر دو، کوئی تمہارے ایک مکان پر قبضہ کر لے، تو تم دوسرا بھی دے دو، کوئی تمہارے ایک بھائی کو قتل کر دے، تو تم دوسرے بھائی کو بھی قتل کے لیے دے دو نہیں! یہ اسلام کی تعلیمات نہیں ہیں؛ کیونکہ ظالم کے ساتھ معافی اور رواداری بسا اوقات مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہوتی ہے، فائدہ کے بجائے نقصان کا سبب بنتی ہے اور ظالم لوگ معاف کرنے والوں کو کمزور و بے بس سمجھنے لگتے ہیں اس لیے کبھی کبھی ایسا رویہ بھی اختیار کرنا پڑتا ہے، جو بظاہر سخت سمجھا جاتا ہے۔

لیکن جب ہم دیگر مذاہب پر نظر ڈالتے ہیں، تو کہیں شجاعت و بہادری ملتی ہے؛ مگر نرم اخلاق نہیں اور کہیں نرم اخلاق ملتے ہیں تو سرگرم خون نہیں؛ جبکہ اس دنیا میں ان دونوں قوتوں کی ضرورت ہے اور ان دونوں قوتوں کی تعلیم صرف ایک ہی مذہب دیتا ہے اور وہ ہے مذہب اسلام۔

اگر اس دوسری قوت کو مدنظر رکھا جائے، اس کی حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھ لیا جائے، تو وہ تمام سوالات جو اس سلسلے میں اسلام پر کیے جاتے ہیں کہ:

اسلام میں جنگیں کیوں ہوئیں؟

کیا مقاصد تھے؟

کیا اسباب تھے؟

کیا فوائد و منافع پیش نظر تھے؟

یہ تمام کے تمام سوالات خود بخود حل ہو جائیں گے۔ میرے پاس وقت نہیں کہ میں ان تمام سوالات کے جواب دوں؛ لیکن میں آپ کے سامنے ان چند اُصول کو بیان کرتا ہوں

جس کی ہدایت مسلمانوں کو دی گئی ہے اور ان قوانین کی ایک جھلک دکھاتا ہوں، جن کی بنا پر وہ جنگ، جنگ نہیں؛ بلکہ قیامِ امن کا باعث بن جاتی تھی، آگے بڑھ کر اگر میں یوں کہوں کہ اسلام نے لڑنے کے لیے جو اُصول وضوابط پیش کیے ہیں وہ ایسے ہیں کہ انسانیت ان پر فخر کرسکتی ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ کہنا غلط نہ ہوگا۔

چنانچہ اسلامی جہاد میں کسی بچے، بوڑھے یا عورت کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ''ابوداوٗد'' کتاب الجہاد میں ہے کہ آپ ﷺ جب بھی کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو لازمایہ تاکید کرتے کہ کسی بوڑھے، کسی بچے یا کسی عورت کو قتل نہ کیا جائے۔

کھیت کھلیان اور زمینوں کو تباہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۰۵ میں ہے کہ جنگ کے زمانے میں یا فتح کے بعد زمینوں، فصلوں اور نسلوں کو تباہ کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ گھروں میں گھس کر لوٹ مار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ''ابوداوٗد'' میں ہے کہ جو شخص جنگ کے موقع پر دوسروں کے گھروں میں جاکر ان کے رہنے والوں کو تنگ کرے، تو اس کا جہاد قبول نہیں کیا جائے گا۔ مثلہ کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ چنانچہ دورِ نبوت میں ایک شخص کو قید کرکے لایا گیا، جو بڑا آتش بیاں مقرر تھا اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس دشمنِ رسول کے دانت توڑنے کا مطالبہ کیا؛ مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس کے دانت تڑوادوں تو اللہ تعالیٰ میرے دانت توڑ دے گا اگرچہ میں نبی ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

❀❀❀

مسلکِ اہلِ سنت والجماعت
یعنی
علمائے دیوبند کے عقائد ونظریات

مصنفہ

حضرت مولانا توحید عالم صاحب بجنوری

رکعاتِ تراویح بیس یا آٹھ

مصنف

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ

مع تنقیدات وجوابات

از: مولانا مشاہد الاسلام امروہوی

کیا آپ کے پاس ان اعتراضات کا حل ہے؟

اسلام "لاالہ الااللہ" کا حکم دے کر رام وکرشن کے خدا ہونے کی نفی کیوں کرتا ہے؟

اسلام "دیوی" "دیوتاؤں" کی پرستش پر جہنم کی دھمکی کیوں دیتا ہے؟

اسلام جانوروں کو تڑپا تڑپا کر مارنے کا حکم کیوں دیتا ہے؟

اسلام ایک "مرد" کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت کیوں دیتا ہے؟

اسلام عورت کی آزادی چھین کر اسے "پردہ" کی تکلیف میں کیوں مبتلاء کرتا ہے؟

اسلام شراب پی لینے پر "کوڑے" جیسی بھیانک سزا کیوں لاگو کرتا ہے؟

اسلام چوری کر لینے پر ہاتھ جیسی قیمتی نعمت کے کاٹنے کا حکم کیوں دیتا ہے؟

"جہاد" کا حکم دے کر "دہشت گردی" اور "قتل وقتال" کو فروغ کیوں دیتا ہے؟

اگر آپ کے پاس ان اعتراضات کا حل نہیں ہے، اور آپ دفاع اسلام کی خاطر ان اعتراضات کے الزامی وتحقیقی ہر دو قسم کے جوابات سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

تو آئیے !!! زیر نظر کتاب ان اعتراضات کے حل کرنے میں ہی نہیں؛ بلکہ اسلام پر وارد ہونے والے دیگر الزامات کے جوابات میں بھی انتہائی معین ومفید ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ

MAKTABA FIDA-E-MILLAT

Deoband - 247554

Mob. 9027553417, 8923424640

Rs. 100/-